

خلافتِ شریعہ کے لیے قریشی ہونا شرط ہے

دوامِ لعنہ

فی اللہ ما کان من قریش

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری یومی قدس سرہ

السرین پبلشرز۔ ملتان وڈ لاہور

خلافتِ شریفی کے لیے قرشی ہونا شرط ہے

دَوَامُ الْعَرَبِ

فِي الْأُمَّةِ مِنْ قَبْلِ هَذَا

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری یوسی قادیان

تعمیر، پروفیسر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی

عربی پبلشرز اردو بازار، لاہور

کتاب : _____ دوام العیش فی الائمۃ من قریش

تصنیف : _____ اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خاں قدس سرہ

ناشر : _____ ممتاز احمد قادری

ترتیب : _____ محمد عاشق حسین ہاشمی خوشنویس

تعداد : _____ ایک ہزار

اقتناحیہ : _____ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مطبع : _____

سن اشاعت : _____ ۱۴۰۰ھ - ۱۹۸۰ء

ہدیہ : _____ ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ رضویہ^۶ ۱۱۱۔ اپنٹ گڑھ لاہور
انجن شیڈ

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری روارہ لاہور

مکتبہ شیبہ فیہ^۵ مرید کے
شیخ پورہ۔ پاکستان

افتتاحیہ

”دوام العیش فی الائمة من قریش“

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء

(۱)

امام احمد رضا اپنے وقت کے عظیم مدبر اور غیر سیاست دان تھے۔ سیاسی معاملات میں سلامت روی، اعتدال پسندی، مال اندیشی اور تدبیر و تحمل کے قائل تھے۔ انہوں نے اس منتشر قوم کی شیرازہ بندی کی جس نے، ۱۸۵ء میں مینار عظمت و شوکت زمیں بوس ہوتے دیکھا تھا، ان کے سیاسی افکار و نظریات کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل رسائل و کتب کا مطالعہ ضروری ہے:

- ۱- النفس الفکر فی قریان البقر ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء
- ۲- اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء
- ۳- تدبیر و صلاح و نجات و اصلاح ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء
- ۴- دوام العیش فی الائمة من قریش ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
- ۵- المحبۃ الموت مند فی ایۃ الممتحنہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
- ۶- الطاری الداری لہفوات عبدالباری ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء

ان رسائل کے مطالعہ سے مندرجہ نکات سامنے آتے ہیں:

- ۱- امام احمد رضا، سیاسی مصلحتوں کی بنا پر شریعت کے کسی حکم سے اعراض کرنے کیلئے آمادہ نہ تھے۔
- ۲- سیاسی معاملات میں اشتعال انگیزی اور جذباتیت کو پسند نہ کرتے تھے۔

۳۔ قوم پرستانہ سیاست پر وحدتِ ملی کو قربان کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

۴۔ یہود و نصاریٰ، ہندو و آتش پرست، بلکہ تمام مرتدین و مشرکین کو مسلمانوں کا بدخواہ سمجھتے تھے اور ان سے سیاسی مفاہمت کو مسلمانوں کے لیے مضر و غیر مفید۔

اس وقت امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت پر سیر حاصل لکھنا مقصود نہیں، بلکہ رسالہ "دوام العیش" کا سرسری جائزہ لینا ہے۔ اس رسالے کے مطالعہ سے امام احمد رضا کے سیاسی فکر کے بعض گوشے سامنے آتے ہیں۔ اس میں مسئلہ خلافت پر بحث کی گئی ہے۔ اس مسئلے میں امام احمد رضا کو ابوالکلام آزاد اور اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنٹی محلی سے سخت اختلاف تھا۔ لہٰذا امام احمد رضا کے خیال میں ان دونوں حضرات نے سیاسی مصالح کی بنا پر شرعی حدود سے تجاوز کر کے مسئلہ خلافت کو غلط رنگ میں پیش کیا تھا۔

رسالہ "دوام العیش" ۱۹۲۲ء میں بریلی میں چھپا اور وہیں سے شائع ہوا۔ امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب نے ۱۳ صفحات پر مشتمل ایک ویباچے کا اضافہ کیا ہے۔ صفحہ ۱۲ سے ۱۶ تک اصل رسالہ ہے، رسالے کا موضوع خلیفہ اسلام کے لیے شرط قریشیت ہے۔ امام احمد رضا شرعی نقطہ نظر سے قریشیت کو خلیفہ کے لیے لازمی شرط قرار دیتے تھے، لیکن ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری فرنٹی محلی اس کو لازمی نہیں سمجھتے تھے۔

تحریک خلافت (۱۹۲۰ء) کے زمانے میں امام احمد رضا سے اس سلسلے میں استفسار کیا گیا، اور جواب دینے کے لیے اصرار کیا گیا جس کا اصل مقصد امام احمد رضا کو بدنام کرنا تھا۔ سب کو معلوم تھا کہ امام احمد رضا غور و فکر کے بعد جو راستے قائم کر لیتے ہیں، اس میں مشکل ہی سے لچک پیدا ہوتی ہے۔ امام احمد رضا کی اس خوبی اور اصابت راستے کا ذکر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بھی اس طرح کیا تھا:

لہٰذا ابوالکلام آزاد دم ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۸ء اور مولانا عبدالباری فرنٹی محلی دم ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۶ء نے تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) اور تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) میں اہم کردار ادا کیا اور سیاسی جدوجہد میں سٹرگاندھی کے ہمنوار رہے۔

(مستوی)

”مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے، اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے

یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت عجز و فکر کے بعد کرتے تھے، لہذا انہیں اپنے

شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کہیں تبدیلی یا رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم، امام احمد رضا سے ذاتی طور پر بھی متعارف تھے، چنانچہ بقول

شاہ مانا میاں قادری، انجمن نعمانیہ لاہور کے ایک اجلاس میں یہ دونوں حضرات موجود تھے۔

بہر کیف عرض یہ کرنا ہے کہ امام احمد رضا کے مخالفین کو ان کی صلاحیت و اصابت رائے

کا اندازہ تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ مسئلہ خلافت میں ان کو اراکین تحریک خلافت سے اختلاف ہے

اس لیے اور اصرار کیا گیا، مگر امام احمد رضا نے خاموشی اختیار کی اور ترکوں کی حمایت و تائید

کے لیے جو طریقہ کار وہ جائز اور ضروری سمجھتے تھے، اس پر عمل کیا۔ مخالفین نے امام احمد رضا

کی اس عاقبت اندیشانہ خاموشی کو انگریزوں کی خیر خواہی پر محمول کیا، لیکن تاریخی حواشی نے

کھرا اور کھوٹا الگ کر دیا ہے اور اب ہم حتمی طور پر کوئی رائے قائم کر سکتے ہیں۔

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے ایک خطبے اور ابوالکلام آزاد کے

رسالے ”جزیرۃ العرب“ کے بارے میں بعض استفسارات آئے جس کے جواب میں امام احمد رضا

نے رسالہ ”وام العیش“ تحریر فرمایا اور ایک مقدمہ و تین فصلوں پر ترتیب دیا۔ تیسری فصل

کی بحث سوم شروع کی تھی کہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ پھر دوسرے ہی سال

۱۹۲۱ء میں انتقال فرما گئے۔

ایک سال بعد ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء کو یہ رسالہ بریلی سے شائع ہوا جبکہ

خود ترکوں کے ہاتھوں خلافت کا دامن تار تار ہو چکا تھا اور ہندوستان میں مسٹر گاندھی نے

بڑی چابک دستی سے ایک دوسرا بہانہ بنا کر تحریک ترک موالات ختم کر دی تھی۔ تحریک خلافت،

تحریک ترک موالات کی اساس تھی، جس کو ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے اپنے سیاسی اعراض و عقائد

لے شریک مجلس اقبال ڈاکٹر عابد علی مرحوم، خودنوشت بیان، مجلہ یکم اگست ۱۹۷۸ء

کے تحت شروع کیا تھا۔۔۔ مناسب مقام پر ان دونوں تحریکوں کے متعلق قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

جیسا کہ عرض کیا گیا رسالہ "دوام العیش" بعض استفسارات کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ یہ استفسارات ایک استفتاء کی صورت میں امام احمد رضا کے سامنے پیش کیے گئے تھے، اس استفتاء میں تین سوالات ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے،

۱۔ مسلمانوں پر سلطنتِ عثمانیہ کی اعانت لازم ہے یا نہیں؟

۲۔ فرضیتِ اعانت کے لیے سلطان کا قرشی ہونا یا خلیفہ شرعی ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

۳۔ ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالباری فرنیجی محلّی کے نزدیک خلافتِ شرعیہ کے لیے قرشیت شرط نہیں، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ لہ

پہلے اور دوسرے سوالات کے جواب میں امام احمد رضا نے فرمایا،

"سلطنتِ علیہ عثمانیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ، بل سلطنتِ اسلام نہ صرف سلطنت، بل جماعتِ مسلمان، نہ صرف جماعت، بل فردِ اسلام کی خیر خواہی پر مسلمان پر فرض ہے۔ اس میں "قرشیت" شرط ہونا کیا معنی؟ دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے۔" لہ

تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا،

"البتہ اہل سنت کے مذہب میں خلافتِ شرعیہ کے لیے ضرور قرشیت"

شرط ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں،

اسی پر صحابہ کا اجماع ہے۔۔۔۔۔ مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المؤمنین۔۔۔۔۔ ہر

بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے، سو اس کے جو ساتوں شرطِ خلافتِ اسلام

لہ احمد رضا خان، "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۲ء ص ۱۳ (ملخصاً)

ص ۱۴

عقل، بلوغ، تربیت، ذکوریت، قدرت، قرشیت سب کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کا فرماں روا ہے اعظم ہو۔" ۱

اس وضاحت کے بعد امام احمد رضا نے مورخانہ انداز میں تاریخ اسلام کا اجمالی جائزہ لیا ہے اور حقائق و شواہد کی روشنی میں یہ بتایا ہے کہ ہر دور میں "قرشیت" کو خلافت شرعیہ کے لیے شرط سمجھا گیا ہے۔ یہ بحث صفحہ ۱۵ سے ۲۵ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے بعد مقدمہ میں "خلیفہ" اور "سلطان" کے فرق کو واضح کیا ہے اور دونوں کے لوازم و شرائط پر بحث کی ہے اور مندرجہ ذیل نکات بیان کیے ہیں :

۱۔ خلیفہ حکمرانی و جہاننہانی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب مطلق، تمام اُمت پر ولایت عامہ والا ہے۔ ۲

۲۔ خلیفہ کی اطاعت، غیر معصیتِ الہی پر تمام اُمت پر فرض ہے جس کا منشا خود اس کا منصب ہے۔ ۳

۳۔ خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا، حقیقتہً فرض ہو گیا، جس مباح سے منع کیا، حقیقتہً حرام کیا گیا۔ ۴

۴۔ خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس۔ ۵

۱۔ احمد رضا خاں، "دوام العیش" مطبوعہ بریلی، ص ۱۵۱۲

۲	"	"	"	۲۵
۳	"	"	"	"
۴	"	"	"	"
۵	"	"	"	"
۶	"	"	"	۲۶

۵۔ کوئی سلطان اپنے العقاد سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں،

مگر سلطان اذن خلیفہ کا محتاج ہے۔ ۱۔

۶۔ خلیفہ بلا وجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کرنے سے معزول

نہیں ہو سکتا۔ ۲۔

۷۔ سلطنت کے لیے قرشیت "درکنار حریت" بھی شرط نہیں، بہتیرے غلام بادشاہ،

ہوتے۔ ۳۔

مقدمے کے بعد امام احمد رضا نے فصل اول قائم کی ہے جس میں احادیث متواترہ

اجماع صحابہ و تابعین و ائمہ اُمت و مذہب اہل سنت سے شرط قرشیت کا ثبوت پیش کیا ہے

اس سلسلے میں پہلے کتب عقائد کے حوالے دیے ہیں۔ ۱۔ پھر کتب حدیث کے حوالے دیے ہیں۔

اس کے بعد کتب فقہ حنفی وغیرہ سے یہ اس طرح تقریباً پچاس حدیثیں اور کتب عقائد،

تفسیر، حدیث و فقہ کی بالونے عبارتیں اپنے موقف کی تائید میں پیش کی ہیں۔

فصل اول کے بعد صفحہ ۲۳ سے دوسری فصل شروع ہوتی ہے جس میں پہلے اپنے

دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے خطبہ سدارت کے خلافت و قرشیت سے متعلق حصے پر تنقید

کرتے ہوئے ان کا تعاقب کیا ہے اور ان کے علمی و فقہی تسامحات کی گرفت کی ہے۔ ۴۔

۱۔ احمد رضا خاں، "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ص ۲۷

۲۔ " " " " " " " " " " " "

۳۔ " " " " " " " " " " " "

۴۔ " " " " " " " " " " " " ۲۸-۳۳

۵۔ " " " " " " " " " " " " ۲۲-۳۶

۶۔ " " " " " " " " " " " " ۳۴-۴۲

۷۔ " " " " " " " " " " " " ۴۳-۶۳

تیسری فصل میں ابوالکلام آزاد کے رسالے "خلافت" کے مندرجات پر تنقید کرتے ہوئے
ان کی قیاسی لغزشوں کی گرفت کی ہے۔ ۱۷

امام احمد رضا، مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو تو علماء میں شمار کرتے تھے، مگر ابوالکلام آزاد
کو خاطر میں نہ لاتے تھے جس کا اندازہ اس جملے سے ہوتا ہے،

"کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث و فقہ کا سمجھنا اور۔"

وہ من کا ترجمہ "سے" اور الی کا ترجمہ "تک" کر لینے سے نہیں آتا۔ ۱۸

مسکے خلافت پر امام احمد رضا نے جو موقف اختیار کیا تھا، خود ترکی کے انقلاب (۱۹۲۲)،
نے اسے سچ کر دکھایا۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطان ترکی عبدالحمید خان کو معزول کر دیا حالانکہ
خلیفہ کسی کے معزول کرنے سے معزول نہیں ہوتا۔ انہوں نے سلطان عبدالحمید خاں کو بادشاہ سمجھ
کر ہی معزول کیا اور یہی امام احمد رضا کا کہنا تھا کہ عبدالحمید خلیفہ نہیں، بادشاہ ہیں۔ بہر کیف
مصطفیٰ کمال پاشا نے ان کو معزول کر دیا۔

اخبار "مہدم" لکھنؤ کی اطلاعات کے مطابق یہ حقائق سامنے آتے ہیں:

- ۱۔ جمعیت عالیہ انگورہ نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں سلطان معظم کو معزول کر دیا ہے۔ ۱۹
- ۲۔ انگورہ نے قانون پاس کر دیا ہے جس سے حکومت سلطانی معدوم ہو جائے گی۔ ۲۰
- ۳۔ جمعیت ملیہ نے سلطان کی جانشینی کے لیے کسی کو نامزد نہیں کیا ہے اور بلا لحاظ اور عیایات
خاندان عثمانیہ فرمانروائے قوم منتخب کرنے کا حق جمعیت ملیہ نے اپنے لیے محفوظ رکھا ہے۔ ۲۱

۱۷ احمد رضا خاں، "دوام العیش" مطبوعہ بریلی ص ۶۳ - ۷۶

۱۸ " " " " " " ص ۶۹

۱۹ اخبار "مہدم" لکھنؤ شماره ۷، نومبر (۱۹۲۲) (مختصاً)

۲۰ " " " " " " ص ۳

۲۱ " " " " " " " "

اس انقلاب اور ان اخباری اطلاعات پر تبصرہ کرتے ہوئے امام احمد رضا کے صاحبزادے مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

آپ حضرات نے اخبارات میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ یہ خود ہمارے ترک بھائی غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور ان کے ہمراہی نصرہم اللہ نصرہ عزیزا، سلطان معظّم خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و سلطنتہ کو خلیفہ شرعی نہیں جانتے۔ لہٰذا تاریخی حقائق و شواہد کی روشنی میں دیکھا جائے تو امام احمد رضا کے افکار و خیالات میں وزن معلوم ہوتا ہے۔ جب جذباتیت کے بادل چھٹ گئے اور اعتدال کی ہوا چلی، تو بات سمجھ میں آنے لگی۔

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اگرچہ چہرہ پر نور ماہتابِ صدق پر کذاہوں کے کذب کی نہایت وحشت ناک تیرگیاں چھاتیں اور روئے آفتابِ حق پر باطل کی سخت بھیانک اور خوفناک تاریکیاں اور کالی کالی ڈراؤنی بدلیاں آئیں، مگر ہمارے قلوب بفضلہ تعالیٰ مطمئن تھے۔ ہم سمجھے ہوتے تھے کہ یہ بھی کچھ روز کی ہوا ہے جو دم میں ہوا ہے، آخر کار وہی ہوا جس کا ہمیں شدت سے انتظار تھا، وہ دن آ ہی گیا، وہ تیرگی اور تاریکی کا نور ہوئی اور حق کا جگمگانا، چمکتا، دکھتا پر نور چہرہ، آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرتا نکلا اور ایک عالم نے آنکھوں دیکھ لیا کہ حق یہ ہے“

باطل وہ تھا۔“ لے

مولانا مفتی محمد رضا خاں صاحب نے ان حضرات سے تین سوالات کیے ہیں جو

لے احمد رضا خاں : ”دوام العیش“ مطبوعہ بریلی ص ۳

لے ” ” ” ” ” ”

سُلطان عبد الحمید خاں کو خلیفہ شرعی تسلیم کرنے پر اصرار کرتے تھے:

۱۔ سُلطان مراد کی معزولی کے بعد عبد الحمید خاں سُلطان ترکی ہوئے۔ اگر سُلطان مراد

کو خلیفہ تسلیم کیا جائے، تو سُلطان عبد الحمید پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

۲۔ غازی مُصطفیٰ کمال پاشا نے سُلطان عبد الحمید خاں کو معزول کیا، اگر واقعی عبد الحمید خاں

خلیفہ تھے، تو مُصطفیٰ کمال پاشا پر کیا حکم لگایا جائے گا؟

۳۔ جب سُلطان عبد الحمید خاں کی خلافت سے انکار کفر تھا، تو جس نے اس کو معزول

کیا، اس پر تو اس سے بڑا فتویٰ لگنا چاہیے تھا، مگر غازی مُصطفیٰ کمال پر فتویٰ لگانے

کے بجائے ان کو مبارک باد کے تار بھیجے گئے۔

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں ارکانِ خلافت سے پھر سوال کرتے ہیں:

”کیا ان کو باغی و کافر کہا جائے گا، جس طرح شریف مکہ ملک الحجاز کو

سُلطان کی اطاعت سے سرتابی پر باغی اور واجب القتل کا حکم لگایا جا چکا ہے؟

انسان کو چاہیے کہ بات کہنے اور کام کرنے سے پہلے اس کے مال و انجام

پر نظر رکھے، جس کا آخر حسن ہو، اسے اختیار کرے، ورنہ نہیں۔

تیرہ سو برس کے اجماعی اتفاقی مسئلے میں اختلاف کا حاصل سوائے

تشتت و افتراق بین المسلمین اور کیا تھا۔ ترکوں کو اس سے کچھ فائدہ

نہ پہنچا، ہاں اختلاف مسلمین میں ایک اور اضافہ ہو گیا۔“ لے

سیاسی جدوجہد کے کچھ داخلی اور کچھ خارجی عوامل ہوتے ہیں۔ ان عوامل کی تعمیر و تشکیل میں تاریخ اہم کردار ادا کرتی ہے، اس لیے تحریک آزادی کے عین فریق مسلمان، ہندو اور انگریز کے جذبات و احساسات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان و ہندوستان کی گزشتہ تاریخ پر طائرانہ نظر ڈالی جائے۔ تحریک خلافت اور پھر تحریک ترک موالات میں درپردہ یہی عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔ لہ

مطبوعہ تاریخ کے مطابق سرزمین پاکستان و ہندوستان پر گیارہ بارہ سو برس تک ہندو اور بدھ حکمران رہے، پھر آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان آئے اور بارہویں صدی عیسوی تک شمالی پنج گئے۔ رفتہ رفتہ کشمیر سے لے کر اس کماری تک اور افغانستان سے لے کر بامک کا وسیع و عریض علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آگیا اور انہوں نے مجموعی طور پر تقریباً ایک ہزار برس حکومت کی۔ ہم دور عروج کو چھوڑتے ہیں، دور زوال کی بات کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بعد ہی آزادی کے لیے پھر سے جدوجہد شروع ہوتی ہے۔

پاک و ہند میں اورنگ زیب عالمگیر کا دور حکومت، سلطنت اسلامیہ کا عہد شباب کہا جاسکتا ہے۔ ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۲ء میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد دور زوال شروع ہوتا ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد بیگم بعد دیگرے پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے، پھر بعد محمد شاہ بادشاہ۔

شاہ ایران، نادر شاہ کے حملے (۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸ء) نے سلطنت مغلیہ کو اور صدہ پانچواں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں سے مقابلہ کر کے (۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء) سلطنت کو سہارا دیا۔ شاہ عالم ثانی

لہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات سے متعلق تفصیلات کے لیے راقم کی کتاب تحریک آزادی ہند

اور انوار الاعظم (مطبوعہ رضا پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۹ء) مطالعہ کریں۔ (مستعد)

کو دہلی کی بادشاہت سپرد کر کے چلا گیا۔ شاہ عالم کے بعد ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء میں اس کا بیٹا
اکبر شاہ ثانی، اس کے بعد ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں اس کا بیٹا ابو ظفر بہادر شاہ ثانی
بادشاہ ہوئے، لیکن نام کے سوا ان کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا۔ وہ بھی ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۷ء میں
ختم ہو گیا۔

اب انگریزی اقتدار کی طرف آئیے۔ سولہویں صدی عیسوی کے ختم ہوتے ہوئے انگریز
ہندوستان پہنچ چکے تھے۔ ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء میں ملکہ الزبتھ کی اجازت سے باضابطہ
ایسٹ انڈیا کمپنی قائم کی گئی۔ سوڈیٹھ سو برس تک اس کمپنی نے صرف تجارت سے سرکار
رکھا، لیکن پھر ملکی سلطنت کو کمزور دیکھ کر سلطنت و حکومت کے خواب دیکھے جانے لگے۔
چنانچہ سب سے پہلے ۱۱۶۴ھ / ۱۷۵۱ء میں کرناٹک پر انگریزی اثر قائم ہوا۔ ۱۱۷۱ھ /
۱۷۵۷ء میں بنگال بھی انگریزوں کے زیر اثر چلا گیا۔ ۱۱۷۸ھ / ۱۷۶۴ء میں کلکتہ سے
دہلی تک اور ۱۲۱۴ھ / ۱۷۹۹ء میں میسور سے ہمالیہ کی ترائی تک انگریزوں کے زیر اثر
چلا گیا۔ ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء میں سندھ پر قبضہ ہو گیا۔ ۱۲۶۶ھ / ۱۸۴۹ء میں پنجاب پر۔ اور
۱۲۶۸ھ / ۱۸۵۳ء میں برما پر اور ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء میں اودھ پر۔ اس طرح کشمیر سے
راس کماری اور ورتہ خیبر سے برما تک انگریزوں کا راج قائم ہو گیا۔ ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۷ء
میں مسلمانوں نے سنبھالا لاکھ تیرہ دستہ واپس نہ آسکا۔

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا راج ختم ہو گیا اور انگلستان کی حکومت نے
پاکستان اور ہندوستان کا انتظام خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ یہ تھی غیر منقسم ہندوستان میں
مسلمانوں کے زوال اور انگریزوں کے عروج کی داستان۔
ہندو چونکہ مسلمانوں سے قبل غیر منقسم ہندوستان پر حکومت کر چکے تھے، اس لیے
مسلمانوں کے دور سلطنت ہی سے سیاسی سطح پر ابھرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مسلمانوں
کے زوال نے ان کو اور زیادہ فعال بنا دیا اور اب وہ اپنے اقتدار و حکومت کی باتیں سوچنے لگے۔

انگریز کی نگاہوں میں صرف مسلمان تھے، اس لیے ہندوؤں کی جدوجہد کے لیے میدان اور مہوار ہو گیا، پھر بھی وہ محتاط رہے اور آڑے وقت مسلمانوں ہی کو آگے کرتے رہے اور مسلمانوں کو آگے رہ کر کام کرنے میں کبھی باک محسوس نہیں ہوا۔

بہر کیف ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی جس میں ایک انگریز آر۔ اے ہیوم نے اہم کردار ادا کیا۔ ہندوؤں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مسلمان بھی شریک ہوئے، لیکن بال گنگادھر تلک اور بین چندر پال جیسے ہندو لیڈروں کے عزائم نے ان کو متنبہ کر دیا۔ ان لیڈروں کے یہ عزائم تھے کہ جزیرہ نما تے پاکستان و ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے تک ہندو تہذیب و تمدن کو مسلمانوں پر مسلط کر دیا جائے، چنانچہ ۱۹۱۰ء میں کانگریس اعتدال پسند اور انتہا پسند دو گروپوں میں بٹ گئی۔

۱۹۰۴ء میں لارڈ کرزن کے زمانے میں بنگال کو مشرقی اور مغربی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا، جس سے مسلمانوں کو فوائد حاصل ہوتے، مگر یہ بات ہندوؤں کو ناگوار معلوم ہوئی اس ناگواری سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان میں وہ مسلمانوں کو کوئی ایسی رعایت دینے کے لیے تیار نہ تھے جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہو۔ بہر کیف تقسیم بنگال کی منسوخی کی کوشش کی گئی اور بالآخر ۱۹۱۱ء میں لارڈ ہارڈنگ کے زمانے میں تقسیم بنگال کو منسوخ کر دیا گیا اور دارالحکومت کلکتہ سے دہلی لایا گیا۔

تقسیم بنگال کی منسوخی سے ہندوؤں کے حوصلے بڑھ گئے۔ چنانچہ انہوں نے پارلیمنٹ اصلاحات کے خلاف بھی پُر زور تحریک شروع کی جس میں مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کی رعایت دی گئی تھی اور کانگریس نے منظور بھی کر لی تھی۔ چند سال بعد ۱۳۲۶ھ / ۱۹۱۴ء میں یورپ میں پہلی جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ اس جنگ میں جرمنی، آسٹریا اور ترکی وغیرہ ایک طرف اور دوسری طرف انگلستان، فرانس، اٹلی، روس اور امریکہ تھے۔

برطانیہ کی طرف سے غیر منقسم ہندوستان کے تقریباً دو لاکھ ہندو مسلمان فوجی اس جنگ

میں شریک ہوئے۔ مصر، فلسطین، شام میں جو معرکے ہوئے، اس میں ہندوؤں اور مسلمان سپاہیوں کے ہاتھوں بہت سے ترک مسلمان بھی شہید ہوئے۔

دورانِ جنگ (۱۹۱۴ء/۱۳۳۵ھ) میں غیر منقسم ہندوستان کو با اختیار حکومت دینے کا اعلان کیا تھا۔ خوشی خوشی انگریزوں کی حمایت میں ہندو اور مسلمان سپاہی لڑے اور مسٹر گاندھی نے بہت افزائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء میں جنگِ عظیم ختم ہوئی۔ جرمنی اور اس کے ساتھیوں ترکی اور آسٹریا وغیرہ کو شکست ہوئی۔ ترکوں سے ذلت آمیز معاہدہ کیا گیا اور برطانیہ و فرانس نے اس کے حصے بخرے کر لیے، مگر غیر منقسم ہندوستان کو آزادی نہ ملنا تھی نہ ملی، چنانچہ جو لوگ آزادی کی لو لگاتے ہوتے تھے، ان کو انگریزوں کی بد عہدی اور وعدہ خلافی سے سخت دھچکا لگا، چنانچہ وہ بپھر گئے اور اب وہی لوگ جو جنگِ عظیم کے دوران انگریزوں کے حامی و مددگار تھے، ان کے خلاف ہو گئے۔ جاں نثار دشمن جاں ہوتے، اس حد تک کہ اب جو انگریزوں کی مخالفت نہ کرے، وہ کافر و غدار۔ اہل سیاست اس فکر میں تھے کہ کسی ترکیب سے انگریزوں کو وعدہ خلافی کی سزا دی جائے۔ مسلمان جذباتی واقع ہوتے ہیں۔ اہل سیاست نے انہیں کوتا کا۔ پہلے پہل یہ باور کرایا گیا کہ سلطنتِ ترکیہ، خلافتِ اسلامیہ ہے اور سلطانِ ترکی خلیفۃِ اسلام اور حفاظتِ خلافت کے لیے جان دینا فرض عین۔

بس پھر کیا تھا، ایک طوفان کھڑا ہو گیا، جذبات کا وہ سیلاب آیا کہ عقل و دانش کا دروازہ پتلا نہ ملا۔ بہت سے نیک دل علما بھی اس میں شریک ہو گئے، وہ سیاست کے نقیب و فرارز سے بے خبر، سیدھے سادے مسلمان تھے۔

جہاں دیدہ سیاست دانوں نے جب مسلمانوں کو جذبات کی آگ میں دھکیل دیا، تو چند ہی ماہ بعد ایک نیا قدم اٹھایا گیا اور ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی کے ایما سے تحریک

۱۴۹ لہ محمد سلیمان اشرف، التور، مطبوعہ علی گڑھ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) ص ۱۴۹

ترکِ موالات کا آغاز کیا گیا اور اس شان کے ساتھ کہ جو مخالفت کرے، وہ کافر۔ جمع تکفیر کو سیاسی حربے کے طور پر استعمال کیا گیا، مگر ۱۹۲۲ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطانِ ترکی کو معزول کر کے ہندوستانِ سیاست کا پردہ چاک کر دیا۔

اب معلوم ہوا کہ یہ ساری جدوجہد کس لیے تھی۔ ادھر سلطانِ ترکی معزول ہوئے اور ادھر مسٹر گاندھی نے تحریکِ ترکِ موالات ختم کرنے کا اعلان کیا اور بہانہ کچھ اور بنایا، حالانکہ اگر خلافت ہی کی حفاظت مقصود تھی، تو اس کے لیے پہلے سے زیادہ جدوجہد کی ضرورت تھی، کیونکہ جب تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا، سلطانِ ترکی معزول نہ ہوئے تھے، اب تو وہ معزول کر دیے گئے تھے اس تحریک کے زمانے میں سب سے عجیب بات یہ دیکھی گئی کہ جو حضرات خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت کی جدوجہد کر رہے تھے۔ وہ ہندوؤں کی ہمنوائی کو احیاءِ خلافتِ اسلامیہ کے لیے مدد و معاون سمجھ رہے تھے اور جوشِ جذبات میں اسلامی شعائر چھوڑ کر، شعائرِ کفر اپنا رہے تھے، چنانچہ اس زمانے میں مسلمانوں نے اپنی پیشانی پر قشقہ بھی لگوایا، ہندو لیڈروں کی اڑھیوں کو کندھا دیا۔ ہندو لیڈروں کو مساجد میں ممبرِ رسول پر بٹھایا، قرآنِ پاک کو مندروں میں لے جایا گیا وغیرہ وغیرہ۔ امام احمد رضا قول و عمل کے اس تضاد سے حیران تھے۔ اس حیرانگی نے انہیں اس نتیجے پر پہنچایا کہ خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت محض دکھاوا اور ایک آڑ ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ انگریزوں کو مجبور کر کے غیر منقسم ہندوستان کے لیے با اختیار حکومت حاصل کی جائے، ۱۹۱۷ء میں جنگِ عظیم کے دوران انگریزوں نے جس کا وعدہ کیا تھا۔ ابوالکلام آزاد کے مندرجہ ذیل خیالات سے امام احمد رضا کے

اے - اشرف علی تھانوی، افاضات الیومیہ، جلد چہارم، ص ۷۷

ب - محمد مظہر اللہ، مفتی، فتاویٰ مظہری، مطبوعہ کراچی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء، ص ۲۲۸

ج - السواد الاعظم، (مراد آباد)، شمارہ، جمادی الاول ۱۳۲۹ھ/۱۹۷۰ء، ص ۲۲

د - اخبارِ مینہ، (دبجنور)، شمارہ، یکم اپریل ۱۹۷۰ء

ه - جمیل الرحمن، تحقیقاتِ قادریہ، مطبوعہ بریلی، ۱۳۲۹ھ/۱۹۷۰ء، ص ۳۷

اندیشوں کی تائید ہوتی ہے،

کوشش اور لڑائی صرف ماکن مقدسہ اور خلافت کے لیے نہیں ہے،
بلکہ ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لیے ہے۔ اگر خلافت کا خاطر خواہ
فیصلہ ہو بھی جائے، تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی، اس وقت تک
کہ ہم گنگا و جمنا کی مقدس سرزمین کو آزاد نہ کرالیں۔“ لے

امام احمد رضا، ابوالکلام آزاد کے انہیں خیالات پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے، اصل مقصود بغلامی ہندو
سوراج کی چکی ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے۔ بھاری
بھرم خلافت کا نام لو، عوام بھریں، چندہ خوب ملے اور گنگا و جمنا کی
مقدس زمینیں "آزاد کرنے کا کام چلے۔

اے پس رو مشرکاں بہ زم زم نہ زسی،

کیں رہ کہ تومی روی بہ گنگ و جمن است

نَسَالُ الْعَضْوِ وَالْعَاقِبَةِ (۱۷)

بہر کیف واقعات و شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم کے دوران
غیر منقسم ہندوستان کے سیاسی لیڈروں سے بااختیار حکومت دینے کا انگریزوں نے
جو وعدہ کیا تھا اور پھر وعدہ خلافی کی، تو تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے
پردوں میں حکومت خود اختیاری کی کوشش کی گئی اور اس کو مذہبی رنگ دے کر مخالفین
کو اکٹرا کیا گیا۔ لے

۱۷ اشتہار، منجانب یوسف گھرگ پوری، مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۲۰ء، الہ آباد

۱۸ احمد رضا خاں، "دوام ایش" مطبوعہ بریلی، ص ۶۳

۱۹ اخبار "مہم" لکھنؤ، شمارہ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۰ء

امام احمد رضا نے بھی مخالفین کے اس طرزِ عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اگرچہ نماز کا پابند ہو، روزے رکھتا ہو، لیکن اگر خلافت

سے منکر ہو، تو دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے

الگ ہو کر مسلمان، مسلمان نہیں رہ سکتا۔“ ۱

سیاست دانوں کے اس غیر دانشمندانہ طرزِ عمل نے مسلمانوں کو امام احمد رضا

سے بدظن کر دیا تھا۔ جس کا ذکر ایک معاصر قلم کار خواجہ حسن نظامی نے اس طرح

کیا ہے:

”مسئلہ خلافت سے ان کو اختلاف تھا۔ انتقال کے قریب

ان کے خلاف مسلمانوں میں چرچا ہو گیا تھا اور مولانا اشرف علی

کی طرح ان کے مرید و معتقد بھی اختلافِ خلافت کے سبب ان سے

برگشتہ ہو گئے تھے۔“ ۲

۱۔ امام احمد رضا خاں، ”دوام العیش“، مطبوعہ بریلی ص ۶۱

۲۔ کتابی دنیا، کراچی، جنوری ۱۹۶۷ء، ص ۲

نوٹ: امام احمد رضا کا انتقال تحریک ترک موالات کے زمانے ۱۹۲۱ء میں ہوا۔

(مسعود)

اشتعال انگیزیاں، سیاستِ جدیدہ کا ایک توخِ عرب ہے، اس لیے جب اہل سیاست میدان میں آتے ہیں، تو وہ اپنی اپنی بساط کے مطابق ایسی ایسی دل خراش ترکیبیں سوچتے ہیں۔ بس سے اشتعال پیدا ہوا اور مخالف زیر ہو جاتے، خواہ انجام کچھ ہی ہو۔ اسلام میں ایسی سیاست کا وجود نہیں جو جماعتی مصالح کے لیے عوام الناس کی جان و مال اور عزت و آبرو کو اوپر لگا دے۔

ابوالکلام آزاد دورِ جدید کی قوم پرستانہ سیاست میں بصیرت رکھتے تھے۔ ہندوستان کی سیاست میں انہوں نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کو یقین تھا کہ وہ رہنمائی کی لیاقت رکھتے ہیں۔ امام احمد رضا نے ابوالکلام آزاد کے اس جذبہ قیادت سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھا ہے،

”مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں، ان کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے منسوب، قطعی مانتے ہیں اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے۔ تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعویٰ ہے۔ دیکھو رسالہ خلافت کا اخیر مضمون“

اهدکم سبیل الوحی اچھد میرے پیرو ہو جاؤ، میں تمہیں راہ حق کی ہدایت کروں گا۔“ لہ

گم امام احمد رضا خاں، دوام العیش، مطبوعہ بریلی، ص ۶۸
نوٹ: آزاد کے بعض معتقدین ان کو امام المہند کے لقب سے یاد کرتے ہیں،
تو امام احمد رضا نے جس اندیشے کا اظہار فرمایا ہے، غلط نہیں۔ (مستورد)

ابوالکلام آزاد غیر منقسم ہندوستان کے لیے ایک بااختیار حکومت حاصل کرنا چاہتے تھے۔
 دراصل یہ مسٹر گاندھی کی چابھٹ تھی، مگر ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ یہ مقصد حاصل نہ ہو سکا اور سیاسی
 لیڈروں کو سخت مایوسی ہوئی۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کا یہ مثبت پہلو
 تھا۔ منفی پہلو یہ تھا کہ اہل سنت کو بدنام کیا جاتے۔

امام احمد رضا نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے، نہ خود نہ وہ، اخالی بیخ و بیکار کا نام حمایت

رکھنا ہے، اہل عقل و دین، اول تو عوعاعے بے اثر کو خود ہی عبث جان کر صرف
 توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں، تو انہیں مذہب
 اہل سنت برشتے سے زیادہ عزیز ہے۔ مذہب ہی ان کے نزدیک چیز ہے،

لہذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہل سنت ہو کہ وہ شریک
 ہوتے ہوں تو نہ ہوں اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انہیں مسلمانوں سے
 ہمدردی نہیں، یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے

بھڑکیں اور دیوبندیت و وہابیت کے پتھے چھیں۔“ لے

امام احمد رضا کا یہ تجزیہ ایک حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت سے اب تک

امام احمد رضا کے مخالفین کی طرف سے یہی الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ انگریزوں سے ملے

ہوتے تھے۔ مندرجہ بالا بیان سے اس کا اصل پس منظر سامنے آتا ہے، جہاں تک اس الزام کی

صداقت و صحت کا تعلق ہے۔ تحریکِ خلافت کے کارکن مولانا محمد جعفر شاہ پھلواڑی نے راز

درون خانہ کو طشت از بام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ الزام سرسبز چھوٹ ہے، سیاسی مقاصد کیلئے لگایا گیا تھا

لے احمد رضا خاں، ”دوام العیش“ مطبوعہ بریلی، ص ۶۳

لے یہ اظہار خیال اپنے تاثرات میں کیا ہے جو مولانا محمد مرید احمد چشتی کی تالیف جہانِ رضا میں

شامل ہیں، ہمزویہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔

(مستعد)

بعض دوسرے حقائق و شواہد سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے جن میں سے چند یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ ابھی ابھی امام احمد رضا کے یہ الفاظ اوپر گزرنے :
 "یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوتے ہیں۔" لہ
 جو شخص نصاریٰ کے ساتھ موالات سے خدا کی پناہ مانگے، وہ بھلا کیسے نصاریٰ کا مافی
 مددگار کیسے ہو سکتا ہے؟

۲۔ "زویہیل کھنڈ اور بریلی کے علاقے میں امام احمد رضا کے جد ماجد مولانا رضا علی
 خاں کا مکان مجاہدین آزادی کا مرکز بنا ہوا تھا۔" لہ
 ایسے مجاہد کا پوتا انگریزوں کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے؟

۳۔ "مراد آباد کے صدر الشریعہ مولانا کفایت علی کافی شہید نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء
 میں مردانہ وار حصہ لیا۔ جب مراد آباد پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا، تو ۱۸۵۸ء میں
 مولانا کافی کو پھانسی دے دی گئی۔" لہ

اس مجاہد کبیر اور شہید جنگ آزادی سے امام احمد رضا کو قلبی لگاؤ تھا، گو جب
 مولانا کافی کو پھانسی دی گئی، تو امام احمد رضا ایک طفل شیر خوار تھے۔
 وہ خود تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا کافی علیہ الرحمہ کی زیارت آٹھ برس کی عمر میں خواب میں ہوئی۔ میری
 پیدائش کے گیارہ مہینے بعد مولانا کو پھانسی ہوئی۔" لہ

لہ احمد رضا خاں، دوام العیش، مطبوعہ بریلی، ص ۶۳
 لہ ۱۔ الیزان دہلی ۱۹۷۶ء ص ۳۹۔ ب۔ انوار رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۲۲۱
 لہ ۲۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند (اردو)، کراچی ۱۹۶۱ء، حاشیہ ص ۲۲۲
 لہ ۳۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں، اللفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۲۳

امام نعت گویاں امام احمد رضا نے نعت گو شعراء میں مولانا کافی علیہ الرحمہ کو پسند کیا ہے اور انگریزی دور میں جب کہ انگریزوں کے باغی سے تعلق ظاہر کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ امام احمد رضا نے نہ صرف اپنا قلبی تعلق ظاہر کیا، بلکہ انگریزوں کے اس دشمن جاں شہیدِ اعظم کو بادشاہ قرار دیا ہے اور خود کو ان کا وزیرِ اعظم — چنانچہ فرماتے ہیں: ۷

مہکا ہے میرے بونے دہن سے علم

یاں نغمہ شیریں نہیں تلخی سے بہم

کافی سلطان نعت گویاں ہیں رضا

ان شاء اللہ میں وزیرِ اعظم ۷

۴۔ علی گڑھ، لکھنؤ اور قادیان سے اٹھنے والی علمی و مذہبی تحریکوں پر امام احمد رضا نے سخت تنقید کی ہے اور بہت سے رسائل لکھے ہیں، حالانکہ کہا جاتا ہے کہ ان تحریکوں کو انگریزوں کی رضا و خوشنودی حاصل تھی۔ اگر امام احمد رضا انگریزوں کے خیر خواہ ہوتے، تو ان تحریکوں کی پُر زور حمایت کرتے۔

امام احمد رضا کو سرسید احمد خاں اور ان کی تحریک سے جہاں اور شکایات تھیں وہاں یہ بھی شکایت تھی کہ وہ انگریزی تہذیب و تمدن کے اتنے آندہ مذکیوں ہیں؟ جو اس طرف متوجہ نہیں ہوتا، اس پر افسوس کرتے ہیں، گویا بزبان بے زبانی کہہ رہے ہیں

۵۔ وائے برآں کس کہ نہ نصرانی ست ۷

(ترجمہ) اس شخص پر افسوس ہے، جو انگریز نہ بنا

۵۔ یہی شکایت ندوۃ العلماء سے بھی تھی جس کا اظہار امام احمد رضا نے ۱۸۹۸ء میں پٹنہ کے عظیم الشان اجلاس میں بر ملا کیا تھا۔ انہوں نے اہل ندوہ کا یہ قول طنزاً نقل فرمایا:

۷۔ احمد رضا خاں، عدالتِ بخشش و حصہ سوم، مطبوعہ بدایوں، ص ۹۳-۹۴

۷۔ انوارِ رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۲۲۱

پہنچ سکتا تھا، اس لیے اس کو شائع نہ کیا، چنانچہ یہ جواب ۱۹۲۲ء امام احمد رضا کے انتقال کے بعد منظر عام پر آیا۔

۸۔ تحریک خلافت کے زمانے (۱۹۱۹ء) میں امام احمد رضا پر مندرجہ ذیل الزامات عائد کیے گئے تھے:

- ۱۔ نینی تال پریسیڈنٹ گورنر سے ملاقات کی۔
- ب۔ گورنمنٹ کی خوشی کے لیے اس کے حسب منشا فتویٰ لکھ دیا۔
- د۔ گورنمنٹ سے تنخواہ پانے ہیں۔

امام احمد رضا نے ان تینوں الزامات کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا، وہ ایک متعصب و عنید کے لیے بھی کافی ہے۔ آپ نے فرمایا:

”ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے لعنة الله على الكذابين جن ایسا کیا ہو
 ان کی قیامت تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے
 نیک بندوں کی لعنت ہو۔“

المختصر امام احمد رضا کی کوئی ایسی تحریر یا واقعہ راقم کی نظر سے نہیں گزرا جس سے یہ ادنیٰ
 گمان بھی ہو سکے کہ وہ انگریزوں کے حامی و مددگار اور ان کی تہذیب و تمدن کے دلدادہ تھے حقیقت میں
 وہ تمام باطل فرق و مذاہب کو مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے جس کا احساس ہمیں اب ہوا ہے اور
 امام احمد رضا نے، برس پہلے اس راز کو دواشکاف الفاظ میں طشت ازبام کیا تھا۔ مولانا
 عبد الباری فرنٹی محلّی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں،

کافر، ہر فرد و فرقہ دشمن مارا مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا
 (ترجمہ و تشریح) کافر بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے، خواہ وہ مرتد ہو یا مشرک،
 خواہ یہودی ہو یا عیسائی اور آتش پرست۔

۱۔ السواد الاعظم (مراد آباد)، شمارہ، جمادی الاول ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء، ص ۳۰

۲۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں، الطاری الذاری، حصہ سوم، مطبوعہ بریلی، ص ۹۹

امام احمد رضا ایک صاحب فکر و صاحب بصیرت مذہب و سیاست دان تھے۔ بقول ایک فاضل کسی فکر کی اہمیت اس بات میں نہیں کہ وہ کتنے گھن گرج کے ساتھ روز نما ہوا، کتنے آدمی شریک ہوئے، کس حد تک اس نے دنیا کا نقشہ بدلا، بلکہ اس بات میں ہے،

۱۔ زندگی میں حسن و صداقت کے کتنے نامعلوم پہلو اس نے اجاگر کیے؟

۲۔ جو صورت حال اس فکر کی محرک تھی، اس کے رد عمل میں کس مثبت اور قائم بالذات عمل کی تخلیق کی گئی۔

۳۔ وہ فکر زندگی کے لیے کیسے اعلیٰ مقاصد اور اقدار کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ظلمت و بہیمیت سے نکال کر عدل و انصاف کی طرف لے جانے والا ہے؟

۴۔ اس فکر نے انسانی زندگی کے ان ممکنات کو کس درجہ وسیع کیا جو اس وقت تک ممکن نظر نہ آتے تھے، جب تک وہ وقوع پذیر ہو گئے؟

۵۔ اس فکر نے انسانی زندگی پر اور تاریخی ادوار پر کیسا اور کتنا اثر ڈالا؟

اس معیار فکر کو سامنے رکھیے اور پھر دیکھئے کہ امام احمد رضا نے ملت اسلامیہ کو کیا کچھ

دیا اور اپنے فکر و نظر سے کس طرح بھلائی فرمائی۔ بلاشبہ امام احمد رضا اپنے دور میں ایسے یکہ و تنہا

فرد نظر آتے ہیں؛ زمانے کے نشیب و فراز سے جن کی فکر میں کبھی لچک پیدا نہ ہو سکی۔ ان کی فکر پر

معاصر شخصیات تو شخصیات اداروں کی مجموعی فکر پر بھاری معلوم ہوتی ہے۔ روزِ اول انہوں نے

فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی سیاسی نجات ہندوؤں سے موالات و اتحاد میں نہیں، یہ وہ زمانہ تھا جب

قائدِ اعظم اور ڈاکٹر اقبال جیسے جلیل القدر زعماء بھی ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کر رہے تھے اور بہت

سے دوسرے علماء و عمائدین بھی شریک تھے، مگر چشمِ عالم نے دیکھا کہ جو امام احمد رضا نے فرمایا

تھا، تاریخ نے اس کی تصدیق کی اور جو ممکن نظر نہ آتا تھا، بالآخر ممکن ہو گیا۔

پاک و ہند کی سیاست کے جس پہلو پر نظر ڈالیں گے۔ امام احمد رضا کی فکر تانباک نظر آئے گی۔ انہوں نے اپنے متعدد رسائل میں مسلم سیاست کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے مستقبل کی تاریخ میں وہی جھلکتا نظر آ رہا ہے اور اب تو یہ ماضی کی باتیں ہونے لگیں۔ ذرا ان کے افکار کو ملاحظہ کریں:

۱۔ "النفس المفکر" لکھ کر امام احمد رضا نے یہ بتایا کہ غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کا پورا پورا حق ہے اور وہ اپنے مذہبی شعائر کو دوسروں کی خوفنودی کے لیے کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ بالآخر سب نے اس حق کو تسلیم کیا اور آج بھی ہندوستان میں مسلمان اپنے مذہبی شعائر پر عمل پیرا ہیں۔

۲۔ "اعلام الاعلام" لکھ کر یہ بتایا کہ جس ملک پر مسلمانوں نے ہزار سال حکومت کی چند برسوں میں وہ ایسا بیگانہ نہیں ہو گیا کہ اس کو دارالحرب قرار دے کر دشمن کے حوالے کر دیا جائے اور انجام کار مسلمانوں کو ملک چھوڑنے اور ہجرت پر مجبور کیا جائے۔ بالآخر مسلمانوں کے اس حق کو تسلیم کیا گیا اور پاکستان معرض وجود میں آیا اور ہندوستان میں بھی مسلمان جیسے پہلے رہتے تھے، آج بھی رہتے ہیں۔

۳۔ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" لکھ کر مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی اصلاح کے لیے ایک ضابطہ و دستور العمل پیش کیا۔ گو اس وقت زیادہ توجہ نہ دی گئی، لیکن اب اسلامی دنیا وہی کچھ کر رہی ہے جس کی نشان دہی ایک عرصہ پہلے امام احمد رضا کر چکے تھے۔ لہ

لہ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی نے اس رسالے کو سامنے رکھ کر ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے، جس کا عنوان ہے: "فناصل بریلوی کے معاشی نکات"

یہ رسالہ ۱۹۷۷ء میں مرکزی مجلسِ رضا، لاہور نے شائع کر دیا ہے۔

۴۔ دوام العیش " لکھ کر انہوں نے بتایا کہ مسلمان کی مدد مسلمان پر فرض ہے، لیکن مدد کے پردے میں شریعت سے گریز کر کے ہندوستان میں ہندو راج یا سوراج قائم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ بالآخر یہی ہوا، غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی اور ہندوستان میں بھی سوراج قائم نہ ہو سکا، لاندہ ہی حکومت قائم ہوئی۔

۵۔ الحجۃ المومنہ " لکھ کر بتایا کہ مسلمانوں کے لیے ہندو مسلم اتحاد مضر اور غیر مفید ہے۔ ان کی نجات خود اعتمادی میں ہے۔ بالآخر واقعات و حادثات نے

اس کی تصدیق کی اور جب مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا ہوئی، تو نجات حاصل کی۔ لہ

۶۔ الطاری الداری " لکھ کر بتایا کہ اگر علمائے ہند نے مسٹر گاندھی کی پوری کی، تو یہ بات مسلمانوں بلکہ خود اسلام کے لیے نہایت خطرناک ہوگی، چنانچہ مستقبل کی تاریخ نے ان اندیشوں کی تصدیق کر دی۔ لہ

لہ رسالہ الحجۃ المومنہ کی روشنی میں راقم نے ایک مقالہ لکھا تھا جس کا عنوان ہے،
"فاضل بریلوی اور ترک موالات"

۷ مرکزی مجلس ضللا بور نے ۱۹۶۱ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع کیا۔ اس کے بعد چار ایڈیشن اور شائع ہوئے۔

انگریزی سماجی مجلہ ہمدرد اسلامیکس "کراچی جلد ۱، شمارہ نمبر ۲، ص ۸۷ میں جناب بزمی انصاری نے اس

مقالے کی روشنی میں اس امر سے توافق کیا ہے کہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے زلمے میں ہندو مسلم اتحاد

کے خلاف اٹھنے والی تنہا آواز امام احمد رضا ہی کی تھی، مگر اس سے اختلافات کیا ہے کہ مخالفت کی نوعیت سیاسی تھی

ان کے نزدیک اس کی نوعیت خالص مذہبی تھی، مگر راقم کے نزدیک اسلام میں مذہب اور سیاست دو علیحدہ

چیزیں نہیں، مذہب اصل الاصل ہے اور سیاست اس کی فرع۔ حقیقی عالم وہی ہے جس کی سیاست پر گہری نظر ہو۔

راقم نے امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت پر ایک تحقیقی مقالہ حال ہی میں حکومت پاکستان کو پیش کیا ہے (مسعود)

لہ اس رسالے کو سامنے رکھ کر راقم نے "کلام الامام" کے نام سے ۱۹۷۸ء میں ایک مقالہ لکھا تھا

جو مرکزی مجلس رضالامہ کے پاس محفوظ ہے۔ (مسعود)

یہاں عبرت کے لیے فرانس کے مشہور مستشرق پروفیسر ماسینوں کا ایک بیان نقل کرتا ہوں جو حال ہی میں ایک کتاب میں نظر سے گزرا۔ علمائے ہند نے مسٹر گاندھی کی جو حمایت کی اور ان سے محبت و عقیدت کا اظہار کیا، پروفیسر موصوف اس سے بچد متاثر نظر آتا ہے اور اسی واسطہ سے محبت و عقیدت کو سامنے رکھ کر اس نے اپنے نتائج اخذ کیے ہیں۔ مسٹر گاندھی سے اپنے تعارف کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :

(ترجمہ انگریزی) "تقریباً تیس برس ہوئے، ۱۹۲۱ء میں جبکہ میں پیرس یونیورسٹی میں اسلامی عمرانیات کا ایک جواں سال پروفیسر تھا۔ ڈاکٹر انصاری اور پروفیسر سید سلیمان ندوی یونیورسٹی آئے۔ یہ دونوں حضرات پیرس میں خلافت مشن کے صدارتی ارکان تھے۔ مشن خلافت عثمانیہ کو بچانے کے لیے کوشش کر رہا تھا۔ ان دونوں نے مجھے گاندھی کی سستی گرہ کا عہد نامہ دیا جو میں نے

REVUE DU MONDE MUSALMAN کے اپریل ۱۹۲۱ء کے شمارے میں چھپوا دیا اور یہ واضح کر دیا کہ سستی گرہ کا تصور اسلامی تصورات سے بالکل ہم آہنگ ہے۔ مسلمانوں کے ذریعہ مسٹر گاندھی سے یہ میرا پہلا تعارف تھا۔ اس تعارف سے میں نے گاندھی کی سستی گرہ کے تصور کو سمجھا۔ ڈاکٹر عبدالماجد سے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ سستی گرہ کا تصور مسلمانوں کے لیے بھی مقدس ہے۔ میں نے جلد ہی یہ محسوس کیا کہ گاندھی میں کچھ ہے جو نہایت ہی بیش قیمت ہے، کیونکہ شاید انسانی تاریخ میں پہلی بار ایک ایسا انسان اٹھا جس نے تعمیری مساجی نتائج کے ساتھ دوسرے مذہب والوں کو بھی متاثر کیا۔"

پروفیسر ماسینوں کے اس بیان سے امام احمد رضا کے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے جس کا اظہار انہوں نے مولانا عبدالباقی فرنگی محللی کے نام ایک خط میں اس طرح کیا ہے :

۱۔ جی۔ بی۔ سینی : بین المذاہبی مفاہمت کا پیامبر، مطبوعہ چکاگو، ۱۹۶۲ء، ص ۲۰۶

از بازوئے تو نظام دینِ گاندھی ست
تاکم تو انتظام دینِ گاندھی ست

ترجمہ : تمہاری قوتِ بازو سے دینِ گاندھی کا نظام چل رہا ہے
تمہاری ذات سے دینِ گاندھی کا انتظام ہو رہا ہے

الغرض امام احمد رضا نے اپنی مومنانہ بصیرت سے جو کچھ سوچا اور سمجھا اور کہا، وہ اس
قابل ہے کہ اسلامی تاریخ و سیاست کے مورخین و محققین دل سے تمام عصبیتوں کو نکال کر اس
طرف پوری توجہ دیں۔ امام احمد رضا کے افکارِ عالیہ میں عالم اسلام کے لیے بہت کچھ ہے۔
ہمارا ملی فریضہ ہے کہ اس پوشیدہ خزانے کو عالم آشکار کریں۔

قوم روشن از سوادِ سرگزشت خود شناس آمد زیادِ سرگزشت
سرگزشت اوچو از یادش رود باز اندر نیستی گم می شود

ضبط کن تاریخ را پائیندہ شو!
از نفس ہائے رمیدہ ، زندہ شو!

(اقبال)

احقر محمد مسعود احمد

(عفی عنہ)

گورنمنٹ سائنس کالج

سکرند، ضلع نواب شاہ، سندھ

پاکستان

۶۹ - ۱۱ - ۲۷



قَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يُرْوَى هَذَا الْأَمْرُ (أَيْ مَخْلَافَةُ) فِي قَوْلَيْهِمَا بِالْقِيَمَةِ مِنَ النَّاسِ أَشْهَانُ (صَحِيحِينَ)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ہمیشہ خلافت قریش کیلئے ہے جب تک نیلین دو آدمی ہیں

الحمد لله رب العالمين

مبارک مین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجۃ شیخ الاسلام عالمین قدوة و تحقیقین زبدۃ الدین طہر السنن النبیہ احمی الفتن

الدریۃ شیخنا حضرت المجد و رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنائہم انہما نفیس لہ مبارک عجالہ

مسمی بنام تاریخی

حصہ اولی

دَوَامُ الْعَشْرِ فِي الْأَثَمِ مِنْ قُرَيْشٍ

حسین پچاس احادیث کریمہ ارشادات عظیمہ حضور پر نور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بانو کرامہ و علمائے اعلام کو روایت کلام
یعنی جبارا کتب تفسیر ہر وقت و عقائد و کلام و اسکا عظیم ثبوت و تحقیق تام کہ شریعت و طبعی جمعی ہے جس پر اجلاس صحابہ کرام
و تابعین فہم و سائر ائمہ امت ہے اور یہی مذہب بہت بہت جماعت ہے نیز تمام مخالفین عموماً و خصوصاً مولوی فرنگی علی اور سٹر

آزاد کے خیالات خام و باطل اوہام کا کافی رد و طرد و نقص و ابرام ہے

مع نفیس و سلیم تمہید حمید

از تازہ افاضات و عمدہ افادات حضرت بالائسرت خلفا صغر حضور اعلیٰ حضرت مولانا مولوی ابوالبرکات آل لڑن محمد رضا

صاحب قادری برکاتی نوری دامت برکاتہم

بحسن اہتمام

جناب مولوی حسین رضا خان صاحب البک مطبع حنفی پٹیالہ

اور

بیت مبارک رضا مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱۲۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تَحْمِيلُهُ وَتَصَدُّقُهُ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَمَّهِدُ سَأَلَهُ دَوَامِ الْعَيْشِ فِي الْآيَةِ مِنْ قُرَيْشٍ مُصَنَّفَهُ حَضْرُوهُ
پُرُوغِ اَعْلَى بَيْتِ حَضْرُو قَبْلَهُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

محمد بن عبد اللہ کی سلام علی جیبہ ونبیہ محمد المصطفیٰ والہ الاضیاء و صحبہ البوریۃ
الاقیاء و سائر الخلفاء۔ محمد کی جان اوس مالک عیش و فرش پر قربان جس نے صدق و حق پسند کیا
اور اوس سے عزت دی اور اوس سے اپنی حمد فرمائی کہ فرمایا من اصدق من اللہ قیلاً اور فرمایا من
اصدق من اللہ حدیثاً اور ارشاد ہوا واللہ یقول الحق و یجحدی السبیل اور کذب و باطل کو
سنت مینغوض رکھا اور کذابوں پر لعنت بھیجی اور ان پر اپنا غضب اتارا کہ فرمایا لعنت اللہ
علی الکذیبین حق کو باطل پر ہمیشہ غلبہ عطا فرمایا حق کو راستی بازوں کا منہ اوجالا اور جھوٹے کذابوں
پر دوزخ باقون اپاکون کا منہ کالا کیا جس میں یہ پیارا پیارا روح افراجا لفرامشروہ منایا قل جاء الحق

وزر حق الباطل ان الباطل کان منہ ہوا قاتم فرما دو حق آیا اور باطل بھاگا اور باطل تو بھلگے
 ہی کو تھا اور ہزاروں صلاۃ لاکھوں تسلیما ت کروں تجبات زاکیات کی پنچا اور اس کے تقدس
 رسول حبیب و محبوب طالب و مطلوب و انا کر کل غیوب صادق و مصدق صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم پر جنھوں نے فرمایا الصدق یحی والکذب یہلک صحیح نجات دیتا ہے اور کذب ہلاک کرتا ہے
 پھر ان کی آل و اصحاب پر جنھوں نے امتیاد حق و باطل کیلئے جان توڑ کر کششیں فرمائیں اور دودھ
 کا دودھ پانی کا پانی کر دیا۔

بعد حمد و صلاۃ حضرات کرام اخوان اہلسنت و جماعت گزارش۔ اگر چہ چہرہ پر نور ماہتاب صدق
 پر کہ ابون کے کذب کی نہایت وحشتناک تیرگیان چھائیں اور رو کو آفتاب حق پر باطل کی
 سخت بھیانک اور خوفناک تاریکیان اور کالی کالی ڈراؤنی بدلیان آئین مگر ہمارے قلوب بفضلہ
 تعالیٰ مطمئن تھے ہم سمجھے ہوئے تھے کہ یہ بھی کچھ روز کی ہوا ہے جو دم میں ہو اور آخر کار وہی
 ہوا جسکا ہمیں شدت سے انتظار تھا وہ دن آئی گیا کہ وہ تیرگی دور اور تلی کی کا نور ہوئی اور
 حق کا جگمگا ہا چمکتا و مکتا پر نور چہرہ آفتاب نصف النہار کی طرح آنکھیں خیرہ کرتا نکلا اور ایک
 عالم نے آنکھوں دیکھ لیا کہ حق یہ ہے اور باطل وہ تھا جو اسکے حضور جمہ دسکا۔ چتا توڑ بھاگا
 کیسک باطل جواب حق کو چھپاتے تلب کے جھوٹے نقاب صدق کی آڑ کر سکتے آفر حق کی
 شعاعوں نے ان باطل ہمدون کو خاک کر کے ہی دیا جھوٹے نقابوں کو جلا ہی ڈالا اور دنیا کو اپنا
 جلوہ دکھائی دیا واللہ الحمد فی الاولی والاخیر۔ آپ حضرات نے اخبارات میں ملاحظہ فرمایا
 ہوگا کہ خود ہمارے ترک بھائی غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور ان کے ہمراہی نصر ہم اللہ نصر عزیزا۔
 سلطان معظم خلد اللہ تعالیٰ نے ملکہ سلطنت کو خلیفہ شری نہیں جانے اور اخبار تو اور اخبار تعجب ہے
 کہ خلافت کے بڑے نامی گرامی حامی کامی ہمدرد و ہماز ہمدوم و مساز اخبار بھی سبکل وہ قہرین
 شائع کر رہے ہیں جسے انکی خود ساختہ خلافت کی رہی سہی جان پر تنگی نیم جان کے گلے پر چھپتی
 پھر ہی ہمدوم کہتا ہے

انگورہ کی روش قطعاً غیر صالحانہ ہے اور اسے عزم یا بجزم کیا ہے کہ حکومت آستانہ
 کا عدم وجود برابر سمجھے لہذا جمعیت عالیہ ملیہ نے تصد کر لیا کہ وزیر اعظم کے مارکا کوئی
 جواب بھی نہیں دیا جائے اور خیال کیا جائے کہ حکومت آستانہ صرف ولایت قسطنطنیہ کی
 انتظامی کونسل تک محدود ہے

مسلمانوں اپنے ملاحظہ فرمایا کہ اس عبارت کا فقرہ فقرہ خلافت کے دل میں تیز نشتر اور لفظ
 کلمہ خلافت پر خنجر کا کام کر رہا ہے کیا خلافت شرعیہ ایسی ہی چیز ہے جس سے یون سر ہالی کیا
 لڑائی ٹھانی جائے وہ بھی ایسی کہ وہ جھک کر و بکر پیام مصالحت بھیجے جس میں اس کی صلح نہ
 کی جائے بلکہ اس کے پیغام کا جواب تک نہ دیا جائے وہ اگر خلیفہ شرعی ہوتے اور مصطفیٰ کمال
 پاشا اور نئے ہمراہی یہ حضرات اور جنین خلیفہ ہی جانتے تو کیا ہی بڑا دوبرتے ایسی ہی سختی سے پیش
 آتے اور انکی حکومت صرف ولایت قسطنطنیہ کی انتظامی کونسل ہی تک مانتے
 پھر ہمد نے کہا اور الٹی پھری سے خلافت کا گلا کاٹنا جمعیت عالیہ ملیہ انگورہ نے
 ایک قانون پاس کیا ہے جس میں یہ ہے کہ پھر مارچ ۱۹۰۸ء سے ہمیشہ کیلئے حکومت
 ملیہ ترکیہ جمعیت عالیہ کے ماتہ میں رہی اس کے علاوہ کوئی اور قسم کی حکومت نہیں کی جائے گی
 تو کسی ایسی ذوالی حکومت کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گی جیسی کہ حکومت آستانہ ہوتا

مسلمانوں کو لے کر انصاف کیا اب بھی اسمیں کوئی شبہ کسی ادنیٰ عقل والی کو ہو سکتا ہے کہ حکومت ملیہ
 سلطان کو خلیفہ شرعی نہیں مانتی اگر وہ انکی خلافت ماننے کو کیا یون ہی کہتی کیا انہیں معاف اللہ معاف
 حساب میں اور اترا جا رہے ہیں کہ انہیں اتنا معلوم نہیں کہ خلافت شخصی حکومت ہوتی ہے کیا اگر وہ انہیں خلیفہ شرعی
 جانتے تو یہ کمرانگے ساتھ یون پیش اگر شنیع الزام لغاوت نہ اوٹھاتے خود اپنے آپ کو باغی منہ
 نہ جانتے معلوم ہوا کہ انکی خلافت نہیں مانتے بلکہ انہیں سلطان جانتے ہیں جب تو انہیں سلطنت
 کے لائق نہ جان کر معزول کرتے ہیں شاید ان خاندان کے اعزاز کیلئے تھوڑی محدود حکومت انکے
 لیے بھی رکھتے ہیں باقی تمام ملک پر اپنا قبضہ اور ہر قسم کے اختیارات پر تو آپ لیتے ہیں ورنہ

خلیفہ کی بلاوجہ شرعی معزولی کیا معنی۔ اس کے ملک پر تصرف کس نے مانا اور وہ بھی ایسا کہ اس کی
سلطنت کا نام تک بدل دیا جائے۔

پہم نم۔ نومبر ۱۹۷۲ء میں بڑے سلطان معظم کی معزولی جمعیت مالیہ علیہ انگورہ

ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں سلطان معظم کو معزول کر دیا گیا اور ظاہر کر دیا ہے کہ اب تک میں
حکومت کی صورت جو ریہ کے ہم معزولی سلطنت عثمانیہ کے بجائے دولت ترکیہ جہت

کا اعلان جمعیت مالیہ نے سلطان کی معزولی کے فیصلے کا اعلان کر دیا
ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کا نام آئندہ بجائے سلطنت عثمانیہ دو ترکیہ کہنے کا

فیصلہ کر لیا ہے، پہم نم کی اسی اشاعت میں بڑے انگورہ نے قانون پاس کر دیا ہے
جس سے حکومت سلطانی معدوم ہو جائے گی۔

ملاحظہ ہو اگر سلطان معظم خلیفہ شرعی ہوتے تو کوئی انھیں معزول کر سکتا تھا شرعاً بلاوجہ شرعی اسکا
کے اختیار تھا جو ان کے ملک پر یوں قبضہ کرنا چاہتا ان کے ساتھ ایسی معاملات ہر تینا خود باغی اور
قتل ٹھہرتا۔

پہم نم وہ کہا جس سے خلافت کا رسمہ نہ لگا رہا جمعیت علیہ نے سلطانی جہت

کے لیے کسیکو نامزد نہیں کیا ہے اور بلا لحاظ و رعایات خاندان عثمان فرما کر قوم

منتخب کر نیک حق جمعیت علیہ نے اپنے لیے محفوظ رکھا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ہمارے اس دعوے کی کہ ہمارے ترک بھائی ایہ ہم اللہ تعالیٰ و نصیر ہم

بنصو العزیز سلطان کو خلیفہ شرعی نہیں جانتے انکی حکومت و سلطنت کو خلافت نہیں مانتے کیسی

واج و روشن دلیل اور بین برہان ہے خلیفہ شرعی کی جانشینی بھی ایسی چیز ہے کہ یوں معرض التوا

میں رکھی جائے اور میں ایسی تعلق اتنی تاخیر کیجئے وہ تو ان مہات اور اہم واجبات سے ہے

کہ فن خلیفہ سابق پر بھی مقدم کیجاتی ہے اور یہی سنت جب تک علامت باقی رہی شرح عقائد میں

رہا۔ قد جلاوا ہم المہات و وفاة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن

وکنہ ابعد موت کل امام و در مختار میں ہر دو نصب اہم الواجبات فلذا اقد موہ علی دفن صاحب المعجزات
 (علیہ السلامات والتجلیات الزکیات) علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں فانہ صلے اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم توفی یوم الاثنین و دفن یوم الثلثاء اولیۃ الاربعاء اولیوم الاربعاء عن المواہب اوسى بن
 علامہ طحاوی سے نقل فرمایا و ہذا السنۃ باقیۃ الی الان لم یذفن خلیفۃ حتی یولی غیرہ۔

پھر ہم نے بعض انگریزی اخباروں سے، و اعتراض بھی نقل کیے ہیں اور چونکہ
 خلافت کے لوگوں نے اسکا جواب دہ ہو سکتا تھا ویسے ہی برقرار رکھنا نہیں ہاتھ
 نہ لگایا انہر کوئی نوٹ نہ لکھا ایک اعتراض تو یہ ہے کہ اس سے قبل ترکان احرار برطہ
 برطہ سلطان کی حمایت کرتے تھے اور انکو اسلام کا سردار علی بنی خلیفۃ المسلمین
 اور امیر المؤمنین کہتے تھے اور اب انھوں نے اسی سلطان کو تخت سے اوتار دیا
 دوسرا اعتراض ہے "فرمانروا سلطنت کے منتخب کرنے کے حق پر ترکوں سے
 کوئی شخص سوال نہ کرے گا خواہ وہ اپنے بادشاہ کو اگر انکے اختیار میں ہو کتنے ہی
 اختیارات دین یا مزین مگر مشکل یہ ہے کہ اب وہ رنگ تقدس و جلال کہاں گیا
 جو معزولی سے قبل سلطان اعظم کی ذات مقدس کے متعلق ظاہر کیا جاتا تھا اور
 ابھی تک ترکوں نے اٹھجا نشین منتخب کرنے کی بھی کوئی فکر نہ کی دول مغربیہ کی جس مسلم
 آزار پالیسی کی شکایت کی جاتی تھی وہ محض ڈھکوسلہ ہی اور قیاس میں نہیں آتا کہ اب
 اسپین کی رہ ہو جائیگی کیونکہ اب سلطان معظم معزول ہو چکے ہیں برطانیہ کے ہاتھوں
 نہیں بلکہ مظفر و منصور مانگورہ کے ہاتھوں۔"

خلافت و خلیفۃ المسلمین و امیر المؤمنین پر جو اعتراض ہے اس کا جواب صاف
 ساری اس تحریر سے ہر ادنی عقل والے پر لائح اور ساتھ ہی یہ بھی کہ یہ اعتراض
 مغرب کی عقلی پردیل واضح اور اسکی ناہمی پر برہان باطل ہم روشن بیان کر چکے کہ ہمارے ترک
 اللہ ہم اللہ تعالیٰ سلطان کو خلیفہ شرعی نہیں جانتا اور نہ وہ خلیفہ شرعی ہو سکتے ہیں تو جو تقدس

و جلال خلیفہ شری کیلئے ہو سکتا ہے وہ نہ اونکے لیے کبھی تھا نہ اب ہر نہ آگے ہونے ترکی و لیساقہ
 و جلال تسلیم کرتے تھے اب کرتے ہیں آگے تسلیم کریں اور خلیفہ یا امیر المؤمنین کہنے سے
 خلیفہ شری ہونا ضرور نہیں صرف میں ہر بادشاہ اسلام کو کہہ سکتے ہیں باقی رہی عظمت سلطانی تو
 جب تک سلطان سلطان پر وہ عظمت ہے اور جب وہ معزول کر دیا جائے تو وہ عظمت اوسکے جائیں
 کو پھیلے۔ رہا حمایت پر اعتراض بہت زیادہ عجیب اول تو اوسکے لیے سلطان ہونا کیا ضرور
 ہر مسلمان مظلوم کی حمایت کی جائیگی بلکہ ہر مظلوم انسان کی حالت دل دکھاتی اور خواہ مخواہ حمایت کلائی
 ہو پھر یہ کہ حمایت ہمہ دی ہی سے ہوتی ہے سلطان کو سلطان مانکر حمایت کی تو اونکی ہمہ دی
 انہیں معزول کیا یہ بھی انکی ہمہ دی ہے کہ وہ اپنے ملک کو نبھال نہ سکے لہذا انہیں گوشہ
 حمایت میں بٹھایا اپنے آپ ملک کا انتظام کیا اگر ہمہ دی ہوتی یہ ترک اللہ تعالیٰ انہیں اپنی
 ہزاروں نعمتوں سے لواز سے اور انکی تمام جائز مرادیں پوری فرمائے اپنے آپ کیون جتیں
 گوارا کرتے کیون مشتقین اٹھانے کس لیے مصیبتیں جیلے کاسے کو تکلیفیں برداشت کرتے سلطان
 کے ہمہ نہ ہوتے تو انکا معاذ اللہ سارا ملک ٹیر و کئے قبضہ میں چلا جاتا انکے کان پر جون رنگتی
 وہ خود اور ونکے ہاتھ میں پڑ جاتے انہیں خیال ہی نہ ہوتا کہ کیا ہوا کیون ہوا وہ ہمہ دیکر جب
 ہی تو انہیں درد ہوا انکے ملک کی حمایت و حفاظت انکی حمایت و حفاظت ہے احمق ہر وہ جو
 انکی نیر یہ اعتراض کرے اور ترکوں کی مصلحت اور حکیمانہ کارروائیوں سے وہل مغربہ کی دشمنانہ کارروائی
 مقابلہ کرے کہہنا کہ اونکی مسلم ادارہ پالیسی کی شکایت محض ڈھکوسلا تھی اور یہ امید رکھنا کہ اب
 وہ میں کسی ہو جائیگی محض حماقت اور سحت جہالت ہے ہمارے لفظ ہی خود ہمارے دعویٰ کی دلیل
 ہیں مگر ان معترضین کو اس قدر کاموقع ضرور ہو کہ وہ یہاں کے خلافتیوں کے ادعاؤں سے یہ سمجھے
 کہ ترک بھی سلطان کو خلیفہ ہی سمجھتے ہیں لہذا انپر اعتراض کر دینے تو یہ لوگ انپر اعتراضات کا
 باعث ہوتے ان پر بے شبہ وہ اعتراض ضرور ہیں اور ایسے ہیں کہ بل نہیں سکتے اب جہاں عام
 میں اپنا جھڑا کھوا ہر دم قائم رکھنے کو یہ سوچیں ہے کہ سلطان کی معزولی اور اختیارات کی سلب

وغیرہ کے متعلق جو خبریں آئیں ہیں وہ جھوٹی ہیں انگریزوں نے مسلمانوں پر لعن طعن اور بھینٹ مٹھانے
 و پریشان اور کمالی ترکوں کی جانب سے بد عقیدہ وہ گمان کرنا شروع کر دی ہیں قطع نظر اس سے کہ یہ خبریں
 تو بہت کثرت سے مسلسل بتی رہی ہیں خود ان پتہ و نکاپہ حال پر کہ جب اپنا مطلب
 بنتے دیکھتے ہیں تو ان ہمارے صحت و اعتبار میں بہت کثرت و جہلکہ محض بے ثبوت و سہلہ آمل
 بازاری افواہوں اور وہابی ادعاؤں کو آیت حدیث سے پرھکر معتبر مانکر تحصیل زر کے لیے اُنہیں
 کیا کچھ ہوالی قلعہ بندیاں کرنے لگتے ہیں تو ان اخبار کی تخلیط و تذبذب میں بالکلیہ ایمان میں کاشت
 انکے پاس سیوا اپنے قہاسات اور زور زبان کے کچھ نہیں بلکہ لیسز کی کونسی مجبور کن وجہ ہے
 اور انگریزوں کو اس قسم کے اخبار (بقول انکے) مگر مگر مسلمانوں پر لعن طعن کرنے اور خود ہمارے
 ترک بھائیوں پر دین اسلام کے اصولی مسلمات میں مداخلت بیجا کا الزام دینے کا موقع کہنے
 و یا خود خلافتیوں کی عنایتوں کی یہ سلطان ترکی کے لیے خلیفہ شریعی کی طرح اقتدار عام اور اختیار
 عام کی نمائشی بلند بانگیوں اور اپنے خودوش کی خاطر سلطان کے لیے خلافت شریعی کے تقدس
 و جلال کی بالا خوانیوں کا نتیجہ ہو گا نہ نصار سے اس اقتدار عام و اختیار عام کی سلوبی و تحدید سے
 مسلمانوں اور ترک بھائیوں پر لعن طعن کرتے اور مجاہدین اسلام ترکان اصرار کی جانب سے عوام
 میں اس طرح بد عقیدگی پھیلانا چاہتے ہیں کہ دیکھو وہی سلطان جنکو تمہاری لیڈر مختار مطلق
 و خلیفہ برحق مانتے اور اسے نہایت زور و شور سے ضروریات دین سے بڑھکر تاتے تھے
 آج انہیں کے ہم قوم اور تمہاری ہی مسلمان بھالی کمالی انکے اس اختیار کو اُسے چھیننے لیتے
 ہیں اور (بزم لیڈران) اس برحق خلافت اور ضروریات دین سے بڑھکر خلافت سے منکر
 ہو کر انہیں معزول کیے دیتے ہیں دیکھو تم مسلمان تو ہم انگریزوں پر خلافت اور دین اسلام
 کے مسلمات میں بیجا مداخلت کا الزام لگاتے تھے مگر یہ مداخلت ہم نے کی بلکہ خود تمہاری ہی
 ہم مذہبیوں اور تمہارے ترک بھائیوں نے جنہیں تم خلافت اور اسلام کا محافظ جانتے تھے
 انگریزوں نے انہیں معزول کیا اور مسلمات اسلامیہ کی مخالفت صریح کر کے سلطان ترکی

کو خلیفہ شرعی بنانے میں وہ کچھ اور دم نہ چاٹتی ہوتی مفکرین پر کفر و ارتداد کو فتوے نہ دیے ہوتے سلطان کے تقدس و جلال اقتدار و اختیار کو خلیفہ شرعی کے تقدس و جلال و اقتدار و اختیار کا رنگ نہ دیا ہوتا تو کیا آج نصارے مسلمانوں پر لعن طعن کا موقع پانے جمعیت ملیہ انگورہ نے کتنے ہی سلطان کے اختیارات مسلوب و محدود کر کے اپنی طرف منتقل کر لیے ہوتے اونکی بیثیت و مختار سلطان سے گرا کر محض ایک میعاد معین کے لیے حال کی جمہوری مغربی سلطنتوں کے پریریڈنٹ کی سی ہی رہنے دی ہوتی پھر بھی نہ اسے کو اس پر کیا موٹھ کھولنے کا موقع تھا خود نصارے کی کونسی ایسی سلطنت ہے جس کے بادشاہ کے اختیارات اہل ملک نے مورد کر کے عوام کی قائم مقام جماعتوں پارلیمنٹ وغیرہ کو منتقل نہیں کیے اور بہت سی سلطنتوں نے تو بادشاہ کو سرے سے نثار کر کے محض ایک میعاد معین کے لیے پریریڈنٹ بنائے ہیں آخر میں ان لیڈروں سے ہم دریافت کیا چاہتے ہیں کہ جب آپ حضرات خصوصاً مولوی عبدالباری فرنگی محلی جنہوں نے صرف قید قریشیت کا انکار کیا بلکہ اتنا بڑھے کہ اس کے ساتھ ذکر و تلوغ و نقل پر بھی ہاتھ صاف فرمایا سلطان ترکی ایدہ اللہ تعالیٰ کو خلیفہ شرعی ماننے میں اور اسی بنا پر منکر خلافت کی بارہا تکفیر فرما چکے ہیں نیز شریف مکہ ملک الحجاز کی بابت اس لیے کہ انہوں نے سلطان کی اطاعت سے خروج کیا باغی مفد واجب القتل اور کافر ہونیکا حکم لگا چکے ہیں اس جمعیت عالیہ ملیہ انگورہ و غازی مصطفیٰ کمال پاشا وغیرہ کی نسبت بھی ہی جرمی حکم بغاوت و کفر دیتے ہیں یا نہیں۔ نہیں تو کیوں۔ شریف اور اس جمعیت میں باہر الفرقا بتائے اور ان کو جو شریف کیساتھ برتاؤ کیا گیا وہ ان کے ساتھ کیوں نہ ہو اب بھی وہ فرق بتانا ہوگی بلکہ اس سے بھی زیادہ ترقی کیجئے سلطان عبدالحمید خاں صاحب مرحوم معذور کو جس جمعیت نے معزول کیا جس میں غازی اور پاشا بہت پیش پیش تھے انکی نسبت کیا حکم ہوگا اور ابھی بس نہیں اور اونچے اور بے خود سلطان عبدالحمید خاں صاحب معزول سلطان مراد کے جانشین ہونے وہ جمعیت جس نے انہیں معزول کیا اونکی نسبت بھی ہی حکم تکفیر و بغاوت ہے یا نہیں

اعلان عام اور اعلیٰ مقام پر ہر کتھام خلافت کیسے بنیں ساری معین کجا ہو کر بحث مباحثہ کر کے متفق الکر ہو کے
 جواب لائیں اور ہم کے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ دے سکیں گی فان لم تفعلوا ولن تفعلوا افا تقوا النار^{لتنی}
 وقودها الناس وانحمارہم وتوبوا الی اللہ جمیعاً ان اللہ هو التواب الرحیم مسلمانوں کیسیوں
 اور جمعیوں کو چھوڑیے کہ وہ اسکا جواب سوچتی رہیں آپ ادھر متوجہ ہوں نیسے انسان کو
 چاہیے بات کہنے اور کام کرنے سے پہلے اُسکے مال و انجام پر نظر رکھے جسکا آخر حسن ہو
 اُسے اختیار کرے ورنہ نہیں تیرہ سو برس کے اجماعی اتفاقی مسئلہ میں اختلاف کا حامل
 سوائے تشتت و افتراق بین المسلمین اور کیا تھا ترکوں کو تو اس سے کچھ فائدہ نہ پہنچا ہاں اختلاف
 مسلمین میں ایک اور اضافہ ہو گیا ایک زمانہ ممتد تک باوجود سخت اختلاف کے ہم ساکت رہے
 دارالافتار میں سوال آیا کی اور ہم معرض التوا میں رکھنے کے محض اس خیال سے کہ شاید اس کو
 نام خلافت ہی سے ہمارے ترک بھائیوں کو کچھ فائدہ ہو جائے اسوقت ایسا استفتار کا جواب
 نہ دینا بہتر ہے مگر جب فرنگی محل سے بار بار تقاضے آئے تو یہ جواب دیدیا گیا کہ ایسے مسائل اس
 دارالافتار کے موضوع سے خارج ہیں عقل ہوتی تو یہ تو یہ اگر بالکل صریح مخالف جواب اصول
 ہوتا اور نہ دیا کہتے اور سکا ذکر بھی زبان پر نہ لاتے مگر ہمیں انہوں نے ایسا کیا
 بلکہ ہماری عداوت سے خود اپنے مقصود کے ساتھ ناواں شہمنی کی اور اپنی باتھوں اپنی باتوں
 میں ہمیشہ مارا اس کی اشاعت کر کے اور ساتھ ہی یہ ظاہر کر کے کہ دارالافتار بریلی اس
 میں مخالف ہے انگریزوں کو جانتا کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں وہ مسلمان جو آج ایک عالم کے
 معتد علیہ اور عرب و مسلم مرجع ہیں اس میں مخالف ہیں پھر بھی یہاں سے کچھ نہ کہا گیا باوجودیکہ
 مخالفت کا اظہار ہو چکا تھا احتیاط برتی اور کوئی مخالف تحریر شائع کی شروع شدہ عین فرنگی
 محلی خطبہ اور آزادی رسالہ جزیرۃ العرب کے خیالات خام و باطل اوامام کے متعلق استفتا کے
 جواب میں حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سال دوام العیشرفی الرحمۃ میں
 قریش تصنیف فرمایا اور ایک مقدمہ اور تین فصل پر ترتیب دیا پھر فصل کی بحث سوم شروع فرمائی

تھی کہ اور ضروری کاموں میں مشغول ہوئے اور اس سے اس خیال سے چھوڑ دیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں جب وقفہ آئیگا تکمیل کر کے طبع کرادیا جائیگا یہاں تک کہ وصال شریف ہو گیا ایک سال سے زائد ہم نے بھی باتباع حضور وقت کا انتظار کیا اب جبکہ ہر ذی عقل پر حق خود ظاہر ہو گیا ہے اور اسے اور زیادہ واضح و آشکار مثل جلوہ آفتاب نصف النہار اور بالکل کشف حجاب کیلئے اس روشن آفتاب کے چہرہ پر نور سے نقاب اٹھا دیا اس میں کتب حدیث و عقائد و فقہ کے ارشادات اور ائمہ دین کی تصریحات عالیات سے خلافت شرعیہ کی شرط قرئینت کی اعلیٰ تحقیقات اور اہام مخالفین کا رد باطل اور خود اس مسئلہ دائرہ یعنی فرق امتیاز اختیار و اقتدار خلیفہ شرعی و سلطان کی تحقیق بانسٹا ہو ملا محمد فی الاخرة والاولیٰ و صلاحہ و سلامہ تعالیٰ و و ما علی حبیبہ الاعظم الاعلیٰ و محبوبہ المعظم المعلیٰ : النبی الرسول المصطفیٰ و الرؤف الرحیم المرتضیٰ و الشفیع الکریم لہجئے و علی الہ الاتقیاء و عجبہ الاصفیاء سائر الخلفاء و ابناہ الامین الملکین الخوف الاعظم و ^{الذکر} جمیع الاولیاء و العلماء و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔ عرض ضروری الملاحظہ مسلمانوں لیڈران نے وہ بلد آہنگیان اور بالا خواہینان جو سلطنت و سلطان اسلام کو فائدہ پہنچانیکے ادعا باطل سے کی تھیں آج الکاہرہ کھل گیا یہ مخالفت دین و شتم علماء دین کا انھیں ثمرہ ملا خسر الدنیا و الاخرة و ذلک هو الخسران المبین کچھ فائدہ تو نہ پہنچا سکے ہاں مسلمانوں اور خود ترک بھائیوں و سپرین طعن کی بوچھاڑ کا ایک حربہ نضار کو کے ہاتھ میں دیدیا لیڈر تو ہم غریب اہلسنت کو نضار سے کا طرفدار و رشوت خوار اور ترکوں کا دشمن بتاتے تھے اگر نگاہ انصاف ہو (مگر کہاں) تو انکھیں کھولیں اور عچھسایا جاتا ہے یہ دیکھیں تو سراپا کپڑے غضب تم نظریں یہ کہ خود تو نضار کو مسلمانوں سے لعن و طعن کا موقع دیا اور اب یہ دیکھ کر کہ سچے مسلمان جو سلطان کے اقتدار و اختیار کو خلیفہ شرعی کی طرح پہلے ہی نہ مانتے تھے کچھ بھی مضطرب و ہیچرا و اپنے کمالی بھائیوں سے ذرا ہی بد عقیدہ و بیزار نہ ہوئے ان اخبار سے اپنی سراسیمگی اور پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں اور

کی خبر آتے رہیں ہوتی کہ مرکزی کمیٹی اسکے لیے تار بازی شروع کر دیتی ہے گویا ترکوں کے
 سے فاصلہ مخلص خیر طلب ہی تو ہیں کیوں نہیں سے بڑی پاک طینت بڑی صاف باطن جو یہاں
 کو کچھتے جانتے ہیں۔ جب آپ کے نزدیک یہ خبریں محض نصار سے کی افترا لیں تو تار بازی
 میرہ میں اس قدر عجلت اور اوس میں کئی تفسیح مال کی کیا ضرورت مگر مال مفت دل بہرہم۔ اللہ
 ہدایت دے آمین۔ فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ یکے از خادگان جماعت رضا
 مصطفیٰ بریلی ۲۵ رجب الاول ۱۳۸۶ھ

کتاب الامتداد

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں فرضیت اعانت کیلئے بھی سلطان کا قرشی ہونا شرط ہے یا صرف خلافت شرعیہ کے لیے یا کسیکے لیے نہیں مولوی فرنگی محلی کے خطبہ صدارت میں اس کے متعلق چند سطور ہیں اور مسٹر ابوالکلام آزاد نے رسالہ مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب میں اس سے زائد تک عبارت اس کی بہت پھیلا کر بیان کیا ہے ان دونوں کا محصل یہ ہے کہ خلافت شرعیہ میں بھی قرشیت شرط نہیں یہ صحیح ہے یا غلط اور اس بارے میں مذہب اہلسنت کیا ہے۔ بینوا تو جبر و اجوار

الحمد لله الذي فرض اعانة سلاطين الاسلام على المسلمين وفضل قولنا بما نتم

البیہین و سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم و علیہم بارک و سلمہ الی یوم الدین
 علی آلہ و صحبہ و ائبہ و حزیبہ کل ان و حین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فرماتے
 ہیں ان الدین النصیحہ للہ و للتابہ و لرسولہ و لا تمۃ المسلمین و عامۃ المسلمین
 دین یہ ہے کہ اللہ اور اسکی کتاب اور اسکی رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطین اسلام اور
 جملہ مسلمانوںکی خیر خواہی کرے، رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد و النسای عن تعصم الداری
 و الترمذی و النسای عزالی ہریرۃ و احمد عن ابن عباس و الطبرانی فی الاوسط عن
 ثویان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سلطنت علیہ عثمانیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت
 اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان
 پر فرض ہے اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض میں ہے اور وقت
 حاجت و عا سے امداد و اعانتہ کی حاجت کو چاہیے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا
 اعمال سے اعانتہ فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ہر حکم بشرط استطاعت قال لعلی
 لا یحلف اللہ لفسا الا و سعہا و قلل تعالیٰ فالتقوا اللہ ما استطعتم مفلس پر اعانتہ
 مال نہیں بے وسعت و پاپر اعانتہ اعمال نہیں و لہذا مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں ہوا شاہ
 اسلام اگرچہ غیر قرشی ہو اگرچہ کوئی غلام حبشی ہو امور جائز دین اسکی اطاعت تمام رعیت اور
 وقت حاجت اسکی اعانتہ بقدر استطاعت سب اہل کفایت ہر لازم ہے۔ البتہ اہلسنت کے
 مذہب میں خلافت شرعیہ کیلئے ضرور قرشیت شرط ہے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر روایتیں ہیں اسی پر صحابہ کا اجماع تابعین کا اجماع اہلسنت کا اجماع ہے
 اس میں مخالف نہیں مگر خارجی یا کچھ معتزلی کتب عقائد و کتب حدیث و کتب فقہ اس سے مالا مال ہیں
 بادشاہ غیر قرشی کو سلطان۔ امام۔ امیر۔ والی۔ ملک کہیں گے مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المؤمنین
 کہ یہ بھی عرفاً اوسیکامرادت ہے ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے سوا اسکی جو ساتوں
 شرط خلافت اسلام عقل۔ بلوغ۔ حریت۔ ذکورت۔ قدرت۔ قرشیت سب کا جامع ہو کر تمام

مسلمانوں کا فرمانِ فرماؤں عظیم ہو اجملی کلام و واقعات عام و ازالہ و باجمال خام

اقول وبالسر التوفیق اسم خلافت میں یہ شرعی اصطلاح ہے جملہ صدیوں میں ایسی برافاق میں
(۱) زمانہ صحابہ سے برابر علمائے کرام خلفاء و لوگوں کو علیحدہ کرتے آئے حتیٰ کہ خود سلاطین اس کے
پابند رہے اور آج تک ہیں۔ بڑے بڑے جبار بادشاہ گزرے کبھی غیر قریش نے ترک
ہوں یا مغل یا چھان یا کوئی اپنے آپ کو خلیفہ نہ کہلائے خلافت مصطلحہ شرعیہ کا دعویٰ کیا جتنا تک
خلافت عباسیہ قائم رہی خلیفہ ہی کی سرکار سے سلاطین کی تاج پوشی ہوتی سلطان دست
خلیفہ پر بیعت کرتا اور اس منصب شرعی کا ستم اور سبک جانتا اگرچہ زور و طاقت و سطوت میں
اوس سے کہیں زیادہ ہوتا جب کفار تاتار کے دستِ ظلم سے محرم ۱۰۵۶ء میں جامعہ خلافت تاتار ہو گیا
علمائے فرمایا ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اوس وقت بھی قلم سلطنتیں موجود
تھیں مصر میں ملک ظاہر سلطان بیبرس کا دور دورہ تھا امام بلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء
میں خاتم الخلفاء مستحکم باللہ کی شہادت کے بعد کا ذکر فرماتے ہیں ثم دخلت سنۃ سبع و
خسین والذیابلا خلیفہ پھر ۱۰۵۷ء آیا اور دنیا بے خلیفہ تھی پھر فرمایا ثم دخلت سنۃ ثمان و خمین و
ایضاً بلا خلیفہ پھر ۱۰۵۸ء آیا اور زمانہ اسی طرح بے خلیفہ تھا پھر فرمایا و تسلطن بیبرس و ازال المظالم
وتلقب بالملک الظاہر ثم دخلت سنۃ تسع و خمین والوقت ایضاً بلا خلیفہ المرجب فاقبمت بمصر
المخلوۃ و لویح المستنصر و کان علیہ القطاع المخلوۃ ثلاث سنین و نصفاً بیبرس سلطان ہوا
اور اوس ظلم و فح کی اور اپنا لقب ملک ظاہر رکھا پھر ۱۰۵۹ء آیا اور وقت ماہ جب تک بیبرس خلیفہ تھا یہاں تک
کہ مصر میں پھر خلافت قائم کی گئی اور مستنصر باللہ عباسی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی خلافت ساڑھے
تین برس تک معدوم رہی یومین جن الحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ میں فرمایا لما اخذ القہر
بعداد و قتل الخلیفۃ اقامت الذیابلا خلیفہ ثلاث سنین و نصف سنۃ و ذلك

من يوم الاربعاء رابع عشر صفر سنة ست وخمسين وهو يوم قتل الخليفة المستعصر
 رحمه الله تعالى الى اثنا وثمانين سنة وثمانمائة يعني جبکہ تا تاریخوں نے بغداد مقدس کیا
 اور خلیفہ شہید ہوئے دنیا ساڑھے تین برس بے خلیفہ رہی اور یہ ۱۲ صفر رجب چار شنبہ ۶۵۶
 سے کہ روز شہادت خلیفہ مستعصر محمد احمد تعالیٰ تھا ۱۲ رجب ۶۵۶ تک کہ روز خلافت خلیفہ مستعصر
 باللہ تھا (۲۳) یہ خلافت کہ مصر میں قائم ہوئی اور ڈھائی سو برس سے زائد ہی خود سلطان
 کی قائم کی ہوئی تھی سلطان بظاہر اس کا دست نگر ہوتا اور خلافت پر قادر تھا نظر ثبوت بے
 تقویٰ خلیفہ بھی نظم و نسق و رونق و فتوح اور حکم میں سلطان مستقل تھا خلیفہ امیر المؤمنین کہلاتے
 اور بیعت لینے اور خطبہ و سکہ کو حیزت اور سلاطین کو تاج و خلعت دینے کیلئے ہوتا بلکہ اسکی
 بنا خود خلافت بغداد میں پہنچی تھی مقتدر باللہ کو ۱۲۹۶ میں تیرہ برس کی عمر میں خلافت ملی
 طفلی و اشتغال بازی و اختیارات زمان و استقامت ہو و نصاریٰ نے ضعف پہنچایا ملک مغرب
 مشکل گیا مصر کل گیا قرامطہ طہون کا زور ہوا پھر ۱۲۹۶ میں واسطہ کا صوبہ محمد بن رائق خلیفہ
 ماضی بالسر پر فائق ہوا خلیفہ نام کے لیے تھا پھر یہ مدت شیعہ مدتوں ستم رہی مگر تمام علما
 و مسلمین اور خود وہ جہا سے جہا سلاطین خلافت اور خیمین قرشی خلفا کی مانتے اور اوٹھیں
 پھر واکہ خلعت سلطنت لیتے۔ اگر غیر قرشی بھی خلیفہ ہو سکتا تو سلاطین خود خلافت بنتے۔ کیا
 ضرورت تھی کہ ان قرشیوں کو اپنا تغلب منانے کے لیے حیلہ شرعیہ کے واسطے خلیفہ بناتے
 اور اپنے زہد و ستون کے حضور سرخندگی بھکاتے اور اونکے ہاتھ سے تاج و خطاب پاتے
 مگر نہیں وہ مسلمان تھے سنی تھے جانتے تھے کہ ہم قرشی نہیں ہماری خلافت ہمیں ہو سکتی
 اور ہے تو لیت خلافت بطور خود سلطنت کرینگے تو مانع تغلب ہماری پیشانی سے نہ
 ٹیگتا اسی لیے ان عباسی قرشیوں کی خلافت رکھی تھی۔

(۳۴) پھر او دھرا ہی کے سلاطین ہمیں اس دور دراز مملکت ہند کے مستشرق سلاطین نے
 بھی اوٹھیں خلفا سے اپنے نام پر وائے سلطنت کیا حالانکہ یہ کیس طرح بھی تسلط کی راہ ہو

اون کے ماتحت تھے تاریخ الخلفاء میں ہر وہی سنہ ۱۰۱۰ عشرۃ ارسال غیاث الدین
 اعظم شاہ بن اسکندر شاہ ملک الہند یطلب التقلید من الخلیفۃ وارسل البند
 مالو السلطان ہند یہ مسنداً سوچو وہ میں بادشاہ ہند اعظم شاہ غیاث الدین بن
 اسکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ ابو الفضل سے اپنے لیے پروانہ تقرر سلطنت لنگا اور
 خلیفہ کیلئے نذر اور سلطان مصر کو ہدیہ بھیجا خود مسٹر آزاد کے اسی رسالہ خلافت
 میں ہے جب تک ہندو کی خلافت رہی ہندوستان کے تمام حکمران اس کے فرمان بردار
 رہے جب کہ مصر میں عباسی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تو اگرچہ یہ عباسیہ کے
 کارہان رفتہ کا محض ایک نمونہ بن گیا تھا تاہم سلاطین ہند اسکی حلقہ بگوشی و غلامی کو اپنے
 لیے فخر سمجھتے رہے اور مرکزی خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی
 طور پر منوادینے کیلئے مقام خلافت سے پروانہ نیابت و امارت حاصل کرتے رہیں
 پھر سلطان محمد بن تغلق شاہ و سلطان فیروز شاہ کی بندگی و غلامی جو اس خلافت سے رہی
 اور فیروز شاہ کے لیے دربار خلافت سے دو بار پروانہ تقرر سلطنت و نشان و خلعت
 کا آنا لگا اور یہ کہ سلطان نے اسکی کمال تعظیم کی اور یہ سمجھا کہ گویا یہ عزت آسمان سے
 اتری اور یہ سند بارگاہ رسالت سے ملی پھر کہا کہ "غور کرو مقام خلافت کی عظمت
 کا ہمیشہ کیا حال رہا خلافت ہند اوٹھنے کے بعد بھی خلافت کی صرف ایک اہم نسبت بھی
 اس درجہ جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بچھڑ گوشہ میں ایک عظیم الشان فرمانروا سے
 تسلیم مصر کے دربار خلافت سے اذن و اجازت حاصل ہونے پر فخر کرتا ہی نہیں پر بھی اس
 مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اس طرح چھائی رہتی ہے کہ وہاں کا فرمان آسمانی فرمان
 اور وہاں کا حکم بارگاہ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے، خدا جانے مسٹر آزاد یہ کس جنگ یا کسی
 لشکر کی تربیت میں لگے انکا اعتقاد تو یہ ہے کہ ۱۰۱۰ء کہ انتخاب خلیفہ کا موقع نہ رہا ہو

لک یہ خلافت ہے لک ۹۔ رجب ۱۰۱۰ء - ۱۰۱۱ء غزور

تو خلیفہ تسلیم کر لینے کے لیے بجز اسلام اور حکومت کے جوا اور جبکہ پکڑ لینے کے اور کوئی شرط نہیں سچن الشریعہ سلاطین ہندو سلاطین مصر اور خود سلطان بیسیر جنہاں خلافت کی بنیاد تھی مسلمان ہی تھے اور انکی حکومتیں جمی ہوئی تھیں تو آپ کی کافی ساختہ دونوں شرط خلافت موجود تھیں پھر انھوں نے خود اپنے آپکو خلیفہ کیوں بنانا اور انکی حکومت شرعی طور پر ماننے کے قابل کیوں نہ ہوئی حالانکہ آپ کے نزدیک شریعت ہی کا حکم ہے کہ اوسکو خلیفہ ماننا چاہیے

خواہ تمام شریعین اوسمیں پالی جائیں یا نہ پالی جائیں ماہ ہر مسلمان پر از رو شرع واجب ہے کہ اوسکو خلیفہ اسلام تسلیم کرے ۳۵۔ خیرا پکا تناقض آپکو مبارک سلاطین اسلام نے کیوں اپنی خلافت نمائی اور وہ کیا بات انہیں کہ تھی جسکے لیے انہیں دوسرے کی خلافت جمانے اور اوسکی اجازت کے صدقے اپنی حکومت کو شرعی منوانے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر ہے کہ وہ انتھی مگر شرط قرشیت - (۴۱) مسٹر کو چھوڑیے جنھوں نے دوسری شریعین کھین ائمہ دین تو سات بتاتے ہیں دیکھیے شاید اوسمیں کی کوئی اور شرط مفقود ہو نیکیے سبب سلاطین نے اپنے آپکو خلیفہ نہ سمجھا اور پر گزرا کہ وہ اسلام و حریت و ذکورت و عقل و بلوغ و قدرت و قرشیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان سلاطین میں چھ موجود تھیں پہلی پانچ بابتہ اور قدرت یوں کہ حکومت کا جاؤ بے اوسکے نہیں تو صرف ایک ہی شرط قرشیت انتھی لاجرم اوسیکے نہ ہو نیسے تمام سلاطین نے اپنے آپکو خلیفہ نمانا اور قرشی خلافت کا محتاج دست نگر جاوا۔

(۵) بلکہ بطور مستر امر واضح تر ہوا ان نام کے خلفائین اگر قرشیت موجود تھی قدرت مفقود انتھی کہ وہ سلاطین کے ہاتھوں میں شرط پنج کے بادشاہ تھے۔ جبار خوخوار مشکبر متجبر سلاطین کے سرین یوں بھی سودا و مسادات و بے نیازی نہ سمایا اور اوسمیں کو خلیفہ اور اپنے آپکو اوسکا محتاج ٹھہرایا جسکے کہ جب سلطان بیسیرس نے مستنصر کو خلیفہ کیا اور اوس سے پروانہ سلطنت لیا خلیفہ نے انھار انقیاد کے لیے اوسکے پاؤں میں سونیکلی

بیڑین ڈالین اور سلطان نے خدم حشم کے ساتھ یوہن قاہرہ اپنی دارالسلطنت کا گشت کیا
 کہ گلے میں طوق امد پاؤں میں بیڑیان اور آگ آگ وزیر کمر سر پر خلیفہ کا عطا کیا ہوا پروانہ ^{سلطنت} (حسن المجاہدہ)
 روشن ہوا کہ وہ شرط قرشیت کس درجہ ہا ہم و ضروری تر جانتے تھے اور خون نے خیال کیا کہ
 قدرت کتسبہ بھی ہوتی ہے بلکہ اسے اکتساب سے مفزین کہ ملوک پر تنہا کا تسلط عاؤ
 نہیں ہوتا مگر افواج و اطاعت جماعت سے جب اقتدار والوں نے انھیں سر پر رکھ لیا
 تو مقصود اقتدار حاصل ہو گیا جیسے خلیفہ میں خود عالم اصول و فروع ہونے کی شرط اتفاقی نہ رہی
 کہ دوسرے کے علم سے کام چل سکتا ہو لیکن قرشیت ایسی چیز نہیں کہ دوسرے سے کتسب
 ہو لہذا اپنے اقتدار کا خیال نہ کیا اور انکی قرشیت کے آگے سر جھکا دیا۔ (۶) نہ صرف
 سلاطین بلکہ بکثرت ائمہ و علمائے امیکو خلافت جانا خلافت بغداد پر پھلے تین صدیاں جسی
 گزریں انھیں جانے دو تو یہی خلافت مصر جو جسے تم کاروان رفتہ کی محض ایک نمود و خبار
 کہتے ہو جب بیس نے مستنصر کی خلافت قائم کرنی چاہی سب میں پہلے امام اجل
 امام عزالدین بن عبدالسلام نے بیعت فرمائی پھر سلطان بیس پھر قاضی پھر امرا و غیر ہم نے
 جب پھر ابو العباس احمد حاکم ہامر المد کے بیٹے تیسرے خلیفہ مصری مستکنفی ہامر کی خلافت
 کا امضا اور اسکی صحت کا ثبوت امام اجل تقی الدین بن دقیق العید کے فتوے سے ہوا
 اگلے عہد نامہ خلافت میں تھا الحمد للہ الذی ادام الاممۃ من قریش وجعل الناس ^{تبعاً} لہم
 فی هذا الامر فغیرہم بانخلافتہ المعظمتہ لایدی وکالیسے سب جو بیان اللہ
 کو جسے خلیفہ ہمیشہ قریش میں سے کیے اور تمام لوگوں کو خلافت میں اول کا تابع کیا تو غیر
 قرشی کو نہ خلیفہ کہا جائے نہ وہ اس نام سے پکارا جائے اس پر قاضی القضاة شمس الدین حنفی
 کے دستخط ہوئے جو پھر مستکنفی کے بیٹے ابو العباس احمد حاکم ہامر المد کی صحت خلافت پر
 امام قاضی القضاة عزالدین بن جماعہ نے شہادت دی اور انکی مثال بیعت علامہ احمد شہاب
 ابن فضل العزنی لکھی اور اس میں او کو خلیفہ جامع شرط خلافت لکھا اور لکھا کہ وصل الحق

الی مستحقہ حق بقتدار رسید۔ کل ذلك في حسن المحاضرة ۵ امام اہل ابو زکریا زوی
 اسی خلافت مصر پر کے دور میں شرح صحیح مسلم میں فرما رہے ہیں قد ظہر ما قالہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم من نہ منہ الی الان اختلافہ فی قریش رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کا ارشاد ظاہر ہو گیا کہ جب سے آج تک خلافت قریش ہی میں ہے دیکھو ا کا بر
 ائمہ برابر انھیں خلفا مانتے آئے ۶ امام خاتم الخلفاء جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء
 میں یہ تمام خلافتیں بغدادی پھر مصری ذکر میں اور خطبہ میں فرمایا ترجمت فیہ الخلفاء
 امراء المؤمنین القائمین بامر الامۃ من ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی
 عہد: اہذا میں نے اس کتاب میں ان کے احوال بیان کیے جو خلیفہ امیر المؤمنین کا رامت
 پر قیام کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت سے ہمارے زمانے تک
 ہوئے و پھر فرمایا میں نے اس میں کسی عبیدی کا ذکر نہیں کیا کہ کئی وجہ سے اس کی خلافت صحیح
 نہیں ایک تو وہ قرشی تھے دوسرے وہ بد مذہب بیدین کم از کم رافضی تھے و مثل کھوٹا
 لا تنقلہم بیعت ولا تقبلہم امامۃ ایسوں کے لیے نہ بیعت ہو سکے نہ ان کی
 خلافت صحیح تیسرے یہ کہ اس کی بیعت اس وقت ہوئی کہ خلافت عباسی قائم تھی اور ایک وقت
 میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے چوتھے یہ کہ حدیث فرما چکی کہ خلافت جب بنی عباس کو ملیگی
 پھر ظہور امام مہدی تک دوسرے کو نہ پہنچے گی ان وجوہ سے میں نے عبیدیوں کو ذکر نہ کیا
 و انما ذكرت الخلیفۃ المتفق علی صحیحۃ امامتہ میں نے وہی خلفا ذکر کیے جن کی صحیح خلافت
 پر اتفاق ہے۔ دیکھو کیسے صریح نص میں ہے کہ یہ کمزور خلافتیں بھی صحیح خلافت ہیں اگر کیسے اس
 لیے کہ قرشی ہیں اور زبردست طاقتور سلاطین غیر قرشی نہ رہا جب خلیفہ مستکفی باللہ نے
 شعبان ۳۱۰ یا ۳۱۱ میں وفات پائی اور اپنے بیٹے احمد حاکم بامر اللہ کو ولیعہد کیا سلطان
 ناصر الدین محمد بن قلاوون ترکی نے کہ ۳۶۰ میں مستکفی باللہ سے رنجیدہ ہو گیا اور ۸۰ ذی الحجہ
 ۳۶۰ کو اسے مصر سے باہر شہر قوص میں مقیم کیا اگرچہ ادارات پہلے سے بھی زائد کر دی

اور خطبہ و سکہ خلیفہ ہی کا جاری رہا) اس عہد کو نما نا اور جبرائیل مستکفی کے بھتیجے امیر سیم بن محمد
 بن حاکم بامر امیر کے لیے بیعت لی (اگرچہ مرتے وقت خود اسپر نام ہوا اور سرداروں کو وصیت
 کی کہ خلافت ولیعہ مستکفی احمد ہی کے لیے ہو جس پر ابن فضل اللہ نے وہ لکھا کہ حق بحد اسید)
 ابن قلاوون کی اس حرکت پر امام جلال الدین سیوطی نے ضمن المحاضرہ میں فرمایا کہ المر عزوجل
 ہر ناصربن قلاوون پر اسلے سے زیادہ عزیز بیٹے امیر انوک کی موت کی مصیبت ملی
 یہ اسے پہلی سزا دی پھر مستکفی کے بعد سلطنت سے مستع نہ ہوا ایک سال اور کچھ روز تک
 بعد المر عزوجل نے اسے ہلاک کیا بلکہ بعض نے مستکفی کی وفات ۷۴۱ھ میں لکھی
 ہے تو یونین ہی میں بعد مر اسنہ اللہ فیمن من احد امن الخلفاء لبسوع فان اللہ تعالیٰ
 یقصمہ ماجلا واید خزلہ فی الآخرة من العذاب اشد سنت الیمہ ہے کہ جو کوئی
 کسی خلیفہ برائی کرے اللہ تعالیٰ اسے جلد ہلاک فرمادیتا ہے اور وہ جو آخرت میں اوسکو
 لیے رکھتا ہے سخت تر ہو پھر اولاد ابن قلاوون میں اوسکی شامت کی سرایت بیان
 فرمائی کہ اوسین جو بادشاہ ہوا تخت سے اوتا گیا اور قید یا جلا وطن یا قتل کیا گیا خود
 اوسکا مہلبی بیٹا کہ اوسکے بعد تخت پر بیٹھا دو مہینے سے کم میں اوتار دیا گیا اور مصر سے
 تو مس ہی کو بھیجا گیا جہاں سلطان نے خلیفہ کو بھیجا تھا اور وہیں قتل کیا گیا۔ ناصربن
 چالیس برس سے زیادہ سلطنت کی اور اوسکی نسل سے بارہ بادشاہ ہوئے جنکی مجموعی مدت
 اتنی نہ ہوئی ح نیز امام مدنی کتاب موصوف بن فرماتے ہیں اعلیٰ ان مصر میں
 حین صارت دار الخلافۃ عظام مرھا وکثرت شعائر الاسلام فیھا وعلت فیھا
 السنۃ وحتت عنھا الہدۃ و صارت محل سکون العلماء وخطیر حال الفضل وھذا
 سر من امر اللہ تعالیٰ اودعہ فی الخلافۃ النبویۃ کما دل ان الامان والعلوم
 یكونان مع الخلافۃ ایضا حکایت ولا یظن ان ذلک لیسبب الملوک فقد عانت
 ملوک نبی الیوب اجل قدرہ او اعظم قدرہ من ملوک جاءت بعدہم بکثیر ولہم

تحتن مصر فی زمانہ کبغداد و فی اقطار الارض الان من الملوك من هو اشد
بأسا و اکثر جندا من ملوك مصر كالعجم و العراق و الروم و الهند و المغرب ليس
لدين قائما بلادهم كقيامه بمصر ولا شعائرا الاسلام ظاهرة في اقطارهم
كظهورها في مصر ولا نشرت السنة و الحديث و العلم فيها كما في مصر يعني
جب دار الخلافة ہو او اس کی شان بڑھ گئی شعائر اسلام کی او سین کثرت ہوئی سنت غالب
ہوئی بدعت مٹی ملما کا جنگل فضلا کا جنگل ہو گیا اور یہ راز الہی ہو کہ اوسنے خلافت نبوت
میں رکھا ہے جس طرح حدیث میں آیا کہ خلافت جہاں ہو گی علم و ایمان اوسکے ساتھ ہونگے
اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ مصر میں یہ دین کی ترقی سلاطین کے سبب ہوئی کہ سلاطین نبی ایوب
سلاطین مابعد سے بہت زیادہ جلیل القدر تھے اور اوسکے زمانے میں مصر بغداد کو نہ پہنچاتا تھا
اور اب اطراف زمین میں وہ سلاطین ہیں کہ سلاطین مصر سے اونکی آنج سخت اور لشکر زائد
جیسے ایران - عراق - روم - مغرب - ہندوستان - گروین وہاں ایسا قائم نہیں جیسا مصر
میں ہے نہ شعائر اسلام ایسے ظاہر نہ سنت حدیث و علم کا ایسا شہوع یہ سب خلافت ہی کی برکت
ہے۔ دیکھو کیسا جبار و بالا اقتدار سلاطین کو جنہیں ترک بھی ہیں الگ کر دیا اور خلافت
نبوت اسی کمزور خلافت مصر میں مانی۔ آخر یہ فرق قریشیت نہیں تو کیا ہے۔ (۷) اگر
کہیے وہ خلافت سے نامزد ہو چکے تھے لہذا بعد کے سلاطین نے اگرچہ جامع شروط
تھے اپنے آپ کو خلیفہ بنانا کہ خلافت جب ایک کیلیے ہو لے دو سزا نہیں ہو سکتا
اقول اولاً یہ ہو تو سلاطین مابعد میں ہو بیس کی سلطنت تو پہلے منعقد ہوئی تھی
پھر دوسرے کو خلیفہ بنانے اور اوسکے آگے ہاتھ پھیلانے اور سلسلہ مانہ جلائے
جمانے کے کیا معنی تھے کاش سلطان اپنے آپ کو معزول کر لیتا اور مستصری کے
ہاتھ میں باگ دیتا مگر نہیں وہ سلطنت پر قائم رہا اور تمھارے زعم میں خود بیس کی
خلافت صحیحہ اور ہر مسلمان پر شرعا واجب التسلیم تھی اب اوسنے انتخاب کی طرف آکر

اپنی صحیح شرعی خلافت تو باطل کر دی اور ایک اسمی رسمی قائم کی یہ کیسا جنون ہوا جسے تمام
 علماء عصر نے بھی پسند کیا طرفہ تر یہ کہ یہ اپنی حکومت شرعی طور پر منوانے کے لیے کیا
 جسکا مسٹر کو بھی اعتراف ہے حالانکہ اس سے پہلے ہی اسکی خلافت کا ماننا آپکے نزدیک
 شرعاً واجب تھا اور اب نہا کہ انتخاب نے شرائط عائد کیں وہ نہ اسمین میں نہ اس خلیفہ
 میں تو اپنی خلافت کھوئی خلیفہ اسمی سے تولیت لی وہ گئی اور یہ نہوی و دونوں دین کی
 گئے ایسے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنی تھیں ۴ بیکسیہاے تمنا کہ دنیا و دین
 نوحیہ یہ ایجاد آدوہ مہمل و بیعنے ہدیہ ہے جو سلاطین و علماء کی خواب میں بھی تھا وہ یقیناً
 جانتے تھے کہ خلافت میں ہمارا کچھ حصہ نہیں اور داع تغلب ہم سے نہ ٹیگا جب تک کہ خلیفہ
 قرشی سے اذن نہ لینا ہذا یہ صورت خلافت قائم کی کہ مالاب ہک کلہ لا یتربک کلہ
 (۸) ثانیاً دنیا میں اسلامی سلطنتیں مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں اور ہر ایک
 اپنے ملک کا حاکم مستقل اور آپکی دونوں شرط خلافت کا جامع تھا اور تبدل ایام و موت
 و تقرر سلاطین سے بھی یہاں کی سلطنت پہلے ہوتی تھی وہاں کی اور نہیں کسی متاخر نے
 یہ سببنا کہ خلافت اس دوسرے سلطان کا حق ہے مجھے اس سے اذن و پروا لینا
 چاہیے لیکن سمجھا تو اس قرشی خلافت کا محتاج سمجھا تو ہرگز اس کی بنا تقدم و تاخر تھی بلکہ
 وہی ایک ایسی شرط قرشیت کہ نامقتدری خلیفہ کی حالت میں بھی اپنا رنگ جماتی اور بڑے
 بڑے اقتدار و جبروت والوں کا سر ابرو ساڑھ کا تھی الحمد للہ کسی رو بہ بیان و ثبات ہوا کہ یہ سارے
 جولو شرط قرشیت کو تھی تمام سلاطین کا خود ہی عقیدہ تھا کہ ہم بوجہ عدم قرشیت لائق خلافت نہیں قرشی کو سوا اور
 شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا کہ ہر وقت و قرن کہ علماء و نصیحاں ہی بتا رہے اور قطعاً ہی نہ ہب البسنت ہے اور کسی
 پر اجماع صحابہ و اجماع امت ہے اور اسی پر احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کی متواتر شہادت ہے فماذا بعد الحق الا الضلال رہا مسئلہ اعانت کیا آپ
 لوگوں کے زعم میں سلطان اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں صرف خلیفہ کی اعانت جائز ہے

کہ مسلمانوں کو اعانت پر اور بھارنے کے لیے اذعان سے خلافت ضرور ہو یا سلطان مسلمان
 کی اعانت صرف قاورون پر ہو اور خلیفہ کی اطاعت بلا قدرت بھی فرض ہے یہ نصوص
 قطعیہ قرآن کے خلاف ہے اور جب کوئی وجہ نہیں پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی باتیں
 جھگڑا ڈالنے کیلئے جملہ علمائے کرام کی واضح تصریحات متظاہرہ اور اجماع صحابہ اجماع
 امت و احادیث متواترہ کے خلاف یہ تحریک لفظ خلافت سے شروع کر کے عقیدہ
 اجماعیہ اہلسنت کا خلاف کیا جائے خارجیوں معتزلیوں کا ساتھ دیا جائے و اوراد کار
 تاویلوں تبدیلیوں تحریفوں خیانتوں عنادوں مکابروں سے حق چھپانے اور بال بھیلانے
 کا ٹھیکہ لیا جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ اس ہم بتوفیقہ تعالیٰ اس اجمال مفصل
 کی تفصیل محل کے لیے کلام کو ایک مقدمہ اور تین فصل منقسم کرتے ہیں مقدمہ
 خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ کسی عرف حادث سے مسئلہ خلافت مصطلحہ شرعیہ پر
 کوئی اثر نہیں ہو سکتا **فصل اول** احادیث متواترہ و اجماع صحابہ و تابعین و مجتہدین
 مذہب اہلسنت منصرہم ایدہ تعالیٰ سے شرط قریشیت کے روشن ثبوت **فصل دوم**
 خطبہ صدارت میں مولوی فرنگی محلی صاحب کی ۵ اسطری کارگزاری کی ناز برواری **فصل سوم**
 رسالہ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کے بیانات و تبلیغات کی خود متنگزاری وباللہ
 التوفیق کلام سواۃ و الصلاۃ و السلام علی مصطفیٰ و آلہ و صحبہ و اولادہ۔

مقدمہ
 کے خلیفہ و سلطان فرق اور یہ کہ سلطان کلمہ یا جانا ہی خلیفہ ہونے کی
 کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ میں اگر کوئی عرف حادث ہو بھی تو اس سے
خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کیا اثر
 (۱) خلیفہ حکمرانی و جہان بنانی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب مطلق تمام

امت پر ولایت عامہ والا ہے شرح عقائد نسفی میں ہے (خلافتہم) ای نبی بھصہ عن الرسول
 فی اقامۃ الدین حیث یجب علی کافۃ الامم الاتباع خود سر کفار کا اور نما ننا شرعاً اور
 استحقاق ولایت عامہ میں نخل نہیں جس طرح اونکا خود نبی کو نما ننا یوں رو کر زمین کے مسلمانوں
 میں جو اسے نما یگا اور سکی خلافت میں خلافت نہ آئیگا یہ خود ہی باغی قرار پائیگا اور اصطلاح
 میں سلطان وہ بادشاہ ہے جسکا تسلط قہری ملکوں پر ہو چھوٹے چھوٹے والیان ملک اور سکے
 زیر حکم ہوں کماذکرہ الامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فی حوزہ المحاضرہ
 عزابن فضل اللہ فی المسائل عن علی بن سعید یہ دو قسم ہے۔ مؤلی جسے خلیفہ نے
 والی کیا ہو اسکی ولایت حسب عطا خلیفہ ہوگی جسقدر پر والی کرے وہ سراسر متغلب کہ
 بزور شمشیر ملک دبا بیٹھا اسکی ولایت اپنی قلمرو پر ہوگی وہیں (۳) کہ اول پر متفرع ہے
 خلیفہ کی اطاعت غیر معصیت الہی میں تمام امت پر فرض ہے جسکا منشا خود اسکا منصب ہے
 کہ نائب رسول رب ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلمرو
 پر ہے۔ پھر اگر مولا ہے تو بواسطہ عطا خلیفہ اس منصب ہی کی وجہ سے کہ اسکا امر
 امر خلیفہ ہے اور امر خلیفہ امر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اگر متغلب ہے تو نہ اول کے
 منصب سے کہ وہ شرعی نہیں بلکہ دفع فتنہ اور اپنے تحفظ کیلئے خود مسطر آزاد نے فتح الباری
 سے مبارکہ سلطان متغلب نقل کیا ہے طاعتہ بخیر الخیر علیہ لما فی ذلک من
 حقن الدماء وتسکین الدہام علیہ (۴) کہ دوم پر متفرع ہے خلیفہ نے جس مباح کا حکم ہو
 حقیقہً فرض ہو گیا جس مباح سے منع کیا حقیقہً حرام ہو گیا یہاں تک کہ تنہائی و خلوت میں بھی اسکا
 خلاف جائز نہیں کہ خلیفہ نہ دیکھے اور دیکھتا ہے ایک زمانے میں خلیفہ منصور نے امام الائمہ
 سراج الامم سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا تھا امام ہمام کی
 صاحبزادی نے گھر میں ایک مسئلہ پوچھا امام نے فرمایا میں جواب نہیں دے سکتا خلیفہ نے منع
 کیا، یہاں سے ظاہر ہو کہ خلیفہ کا حکم مباح درکنار فرض کفایہ پر غالب ہے جبکہ دوسرے

اسکے ادا کرنا جو اسے موجود ہوں کہ اب اوسکا ترک معصیت نہیں تو حکم خلیفہ نائز ہو گا اگر چہ خلیفہ
 ظالم بلکہ خود اوسکا وہ حکم ظالم ہو کہ امام کو فتویٰ سے روکنا نہ ہو گا مگر ظلم اور سلطان مستغلب جس کی
 ولایت خلیفہ سے مستفاد نہ ہو اوسکے امر وہی سے مباحات فی نفسہا واجب و حرام نہ ہو جائینگے
 تنہا میں اسطور پر کہ اوسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو مباح لہذا احتیاط پر رہیگا علامہ شہناشیر
 خجندی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب سیم الریاض و عنایتہ القاضی وغیرہما کتب نافعہ کے زمانے میں
 سلطان نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کیا تھا یہ پردہ ڈال کر پیتے امام علامہ عارف ہامر سیدی
 عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالہ الصلح بین الاخوان میں فرماتے ہیں میں نہ خود حقہ پیتا ہوں
 نہ میرے گھر بھر میں کوئی پیتا ہے مگر مباح کو حرام نہیں کہہ سکتا اور منع سلطانی کے جواب میں
 شرح ہدیہ ابن العماومین فرماتے ہیں لبت شعری ای امر امریہ یمسک بہ امرہ الناس
 تبرکہ او امرہ باعطاء الناس علیہ طوان المراد من اولی الامر فی الایۃ العلماء علی صلح
 الاقوال کما ذکرہ العینی فی آخر مسائل شتی من شرح الکنترو والیضاہل منع السلاطین
 الظلمۃ یشہد حکما شرعیاً وقد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل حضر
 یعنی کاش میں جانوں کہ سلطان کا کونسا حکم لیا جائے یہ کہ لوگ حقہ پینے یا یہ کہ تبا کو پھس
 دین معہذا آیت کریمہ میں اصح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں جس طرح شرح کنز امام
 عینی میں ہے نیز کیا ظالم سلاطین کا حکم حکم شرعی ہو جائیگا حالانکہ ائمہ دین نے نصرت غفرانی
 ہے کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے کافر ہو جائیگا انتہی یہ ارشاد امام علم الہدی
 ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے زمانے کے سلاطین میں ہے جنہیں ہزار برس
 زائد ہو کر نہ کہ اب۔ نسأل اللہ العفو والعافیہ (۴۴) کہ نیز دوم پر متفرع ہے خلیفہ ایک وقت
 میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین میں ملکون میں خود مستر آزاد کھتیر
 ۴۴ اسلام نے مسلمانوں کی حکومت ایک ہی قرار دی تھی یعنی تمام روز زمین پر مسلمانوں کا
 صرف ایک ہی فرمانروا و خلیفہ ہو (۵) کوئی سلطان اپنے انعقاد سلطنت میں دوسرے

سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر ہر سلطان اذن خلیفہ کا محتاج ہو کہ بے اسکے اسکی حکومت شرعی و مرضی شرع نہیں ہو سکتی خود آواز کے منہ سے گزرا کہ خلافت کی عظمت دینی

نے جمہور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوا دینے کے لیے مقام خلافت سے پروا نہ

نیابت حاصل کرتے رہیں (۶) خلیفہ بلا وہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے

معزول کیے معزول نہیں ہو سکتا خود چار و سرکش قواؤ ترک کہ متوکل بن معصوم بن ہارون

رشید کو قتل کر کے خلفا بر عادی ہو گئے تھے جب انہیں کسی کو زندہ رکھ کر معزول کرنا

چاہتے خود اسے جمہور کرتے کہ خلافت سے استعفا دے تاکہ عزل صحیح ہو جائے بجلالت

سلطان کہ خلیفہ کا صرف زبان سے کہہ دینا میں نے تجھے معزول کیا اس کے عزل اور

(۷) سلطنت کے لیے قرشیت در کنار حریت بھی شرط نہیں بہتیرے غلام بادشاہ ہو

خود رسالہ آزاد ۵۵ میں ہے غلاموں نے بادشاہت کی ہے اور تمام سادات و قریش نے

اونکے آگے اطاعت کا سر جھکا یا ہے اور خلافت کے لیے حریت باجماع جملہ اہل قبلہ شرط

لما فی المواقف و شرحہ و عامۃ اللتب یہاں سے خلیفہ و سلطان کے فرق ظاہر ہو گئے

نہ کھل گیا کہ سلطان خلیفہ سے بہت نیچا درجہ ہے و لہذا کبھی خلیفہ کے نام کیساتھ لفظ سلطان

نہیں کہا جاتا کہ اسکی کسر شان ہے آج تک کہیں سلطان ابو بکر صدیق سلطان عمر فاروق سلطان

عثمن غنی سلطان علی مرتضیٰ بلکہ سلطان عمر بن عبدالعزیز بلکہ سلطان ہارون رشید نہ سنا ہو گا

کسی خلیفہ اموی یا عباسی کے نام کیساتھ اسے نہ پانگا تو کھل گیا کہ جسکے نام کے ساتھ

سلطان لگاتے ہیں وہ سے خلیفہ نہیں مگر کہ خلیفہ اول سے بلند و بالا ہے۔ یہی وہ خلافت

مصطلوہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے اسکے لیے قرشیت و غیر باسات شرطین لازمی ہیں

حرف حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کرنا میں وہ نہ حکم شرع

کا نافی ہے نہ اصطلاح شرع کا منافی۔ جس طرح اجماع اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم

الصلاۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں جو دوسرے کو معصوم ماننے اہلسنت سے

خارج، پھر عرف عادت میں چون کو بھی معصوم کہتے ہیں یہ خارج از بحث ہے جیسے رکن
کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں یہ بحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہ دہا لے تو فیتق۔

فصل اول

ایشاح و متواترہ سرکار رسا و اجماع صحابہ و تابعین ائمہ امت مذہب
مذہب اہلسنت و جماعت شرط قریش کے روشن ہوت

احادیث شریفہ کو میں حد الاون اونکی تخریج و شان تو اتر بتاؤن اون سے ہتمام تقریب
و وجہ احتجاج دکھاؤن اس سے ہی بہتر کہ کتب عقائد و کتب حدیث و کتب فقہ و اقوال
جلیلہ ائمہ کرام و علماء اعلام سناؤن کہ اون میں وہ سب کچھ بفضلہ تعالیٰ بروجہ کافی و وفا
ہی ہر وہم و وسوسہ کا کافی و شافی ہے وہی تمہیں بتا دینگے کہ حدیثیں متواتر ہیں اون کی
بجائیں قاہرین ہر طبقہ و قرن کے اجماع متظاہر ہیں مخالف سنی نہیں خارجی معتزلی گمراہ
خاسرین و بالشر التوفیق۔

کتاب عقائد

امام جام مغنی الجمن والانس عارف باللہ نجم الملتہ والد بن عمر نسفی استاذ امام برہان الملتہ والد
صاحب ہدایہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا متن عقائد مشہور بہ عقائد نسفی جو سلسلہ نظامیہ و دیگر سلاسل
تعلیمیہ میں عقائد اہلسنت کی درسی کتاب ہے جسے درس میں اسی لیے رکھا ہے کہ طلبہ عقائد
اہلسنت سے آگاہ ہو جائیں اس کتاب طویل ہیں ہر دو کون قولیں و لایحوز من غیر ہم
یعنی خلیفہ قریش سے ہو کر قریشی ہاؤنہیں شرح علامہ تفتازانی میں ہر کہ مخالف فیہ الا
الخواجہ و بعض المعتزلة قریشیت کی شرط میں کیسے خلاف نکلیا مگر خارجوں اور معتزلیوں

نے اوستین سے پیشتر ط ان بیوں الامام قریشیا بقوله علیہ الصلاۃ والسلام الاممۃ
 من قریش وهذا وانما کان خبرا واحدا ما رواه ابو بکر محتجا علی الانصار ولم یندر احد
 فصار جمعا علیہ یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قریشی ہو بدلیل قول نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 الاممۃ من قریش اور یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے لیکن جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے انصار پر محبت میں اسے پیش کیا اور صحابہ کرام میں کسی نے اس پر انکار کیا تو اس پر
 اجماع ہو گیا کتاب قواعد العقائد امام محمد بن اسماعیل بن حنفیہ نے شرط الامامۃ نسبتہ
 قریش لبقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاممۃ من قریش غلطی کی شرط نسب قریشی ہی
 کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قریش سے ہیں اسکی شرح اتحان میں ہے
 ان لثیبرا من المعتزلہ نفی هذا الاشتراط ودلیل اهل السنۃ قوله صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم الاممۃ من قریش قال العراقی اخرجہ النسائی من حدیث الی والمعاکم
 من حدیث علی وصحیہ ماہ قلت وکذا اخرجہ احمد من حدیث ابی ہریرۃ وابی بکر الصدیق
 والطبرانی من حدیث علی وعندہ عن انس بلفظ ان المذکور فی قریش وخرج یعقوب
 بن سفیان والی علی والطبرانی من طریق سلیمان بن عبد العزیز حد ثنا سیار
 بن سلامہ ابوالمنہال قال دخلت مع ابی علی ابی ہریرۃ الاسلامی فسمعتہ یقول سمعت
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول الامراء من قریش الخ یعنی بہت معتزلیوں
 نے شرط قریشیت کا انکار کیا اور السنن کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد
 ہے کہ خلفا قریش سے ہوں نام بن الدین عراقی نے فرمایا یہ حدیث نسائی نے حضرت انس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حاکم نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کریم اللہ تعالیٰ وجہہ جہ سے روایت کی
 اور کہا یہ حدیث صحیح ہے میں کہتا ہوں یومین اسے امام بخاری نے کتاب التاریخ اور ابوی
 داؤد اور طیالسی وبار نے انس اور امام احمد نے ابو ہریرہ و حضرت مسدق اکبر
 اور طبرانی نے مولیٰ علی سے روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع میں نیز طبرانی کے یہاں

بزوات انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الخلفون سے ہے کہ سلطنت قریش میں ہو اور جتوہ سے
 بن سلیم و ابوعلی و طہراتی نے نسکین بن عبد العزیز سے روایت کی کہ ہم سے سیار بن سلام ابو النہما
 نے حدیث بیان کی کہ میں ابجد والہ کیساتھ ہو بروہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور میں
 یہ حدیث روایت کرتے تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا
 کہ خلفا قریش سے ہیں تم کو تمہارا بیچ حدیث لا یزال ہذا الامر فی قریش و شواہد
 و کلام ماخوذ من الفتح مشاہیرہ الامم محقق علی الاطلاق کمال الدین بن الہمام میں ہے
 شرط الامام نسب قریش خلافاً لحدیث معتزلة غلیفہ کی شرط نسب قرشی ہے بہت
 معتزلیوں کے خلاف مشاہیرہ علامہ ابن ابی شریف شافعی تلمیذ امام بن الہمام میں ہے
 لنا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامۃ من قریش قد منا تخریجہ وقولہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم الناس تبع لقریش اخو حہ الشیلکان و فی البخاری من حدیث معویہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہذا الامر فی قریش ہم اہلسنت کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہیں ہم نے اس حدیث کی تخریج اور بیان کی
 نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ سب آدمی قریش کے تابع ہیں
 اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا نیز بخاری میں امیر معویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث
 سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک خلافت قریش میں ہو اور
 تخریج حدیث چھ ورق اور بیان کی رواۃ النساء من حدیث انس و رواۃ معنا الطبری
 فی الدعاء والنزاع والبیہقہ وافرودہ شیخنا الامام الحافظ ابو الفضل بن جریر و جمع
 فیہ طرقت عن معویہ بن جریج صحیحاً بیابہ حدیث نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 اور یہی مضمون طہراتی نے کتاب الدعا اور بزار و بیہقی نے روایت کیا اور ہمارے شیخ امام
 حافظ ابو الفضل ابن جریر عسقلانی نے خاص اس حدیث میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں اسکی
 روایات قریب چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جمع کیں۔ علامہ امام قاسم بن

تلوو یغنی تلید امام ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں اما عندنا ذالشرط
 النوع لبعضها الاثر لا تنفقد بدونه وهي الاسلام والذکورة والحریة
 والعقل والبلوغ واصل الشجاعة وان یکون قرشیا ہمارے نزدیک خلافت
 کی شرطیں کئی قسم ہیں بعض تو شرط لازم ہیں کہ اسکے بغیر خلافت صحیح ہی نہیں ہو سکتی وہ
 یہ ہیں اسلام اور مرد ہونا اور آزادی عقل و بلوغ و اصل شجاعت اور قرشی ہونا پھر فرمایا
 اما نسب قریش فلقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الائمة من قریش رواہ
 البزار و هذا وان کان خبر واحد فقد اتفقت الصحابة علی قبولہ
 قالہ الامام ابو العباس الصابونی وغیرہ قرشی ہونا اس لیے شرط ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قریش ہی ہوں اسے بزار نے روایت کیا
 اور یہ اگرچہ خبر آحاد ہو مگر صحابہ کرام نے اسکے قبول پر اجماع فرمایا یہ امام ابو العباس
 صابونی وغیرہ نے افادہ فرمایا طواع الا نوار علامہ بیضاوی میں در التاسعة
 کونہ قرشیا خلافا للخواج و جمع من المعتزلة لنا قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 الائمة من قریش واللام فی الجمع حیث لا عهد للعموم یعنی خلافت کی زمین شرط
 قرشی ہونا ہے اس میں خارجیوں اور ایک گروہ معتزلیہ کو خلافت ہے کہ وہ خلیفہ
 کا قرشی ہونا ضروری نہیں جانتے ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہوں جہاں عہد نہ ہو جمع پر لازم استغراق کے
 لیے ہوتا ہے یعنی تمام خلفا قریش ہی سے ہوں موافقت میں ہو کیون قرشیا
 ومنعہ الخواجه وبعض المعتزلة لنا قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الائمة
 من قریش لثمان الصحابة عملوا بمضمون هذا الحدیث واجمعوا علیہا
 فصار قاطعا یعنی خلیفہ قرشی ہو خارجی اور بعض معتزلی اس شرط کے منکر ہیں ہماری
 دلیل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلیفہ قرشی ہوں پھر صحابہ کرام اس

حدیث کے مضمون پر عامل ہوئے اور اولن کا اس پر اجماع ہوا تو وہ دلیل قطعی ہوگی شرح
 علامہ سید شریفین میں ہر صار دلیلاً قاطعاً ليقيد اليقين باشتراط القرشية يعني دليل قاطع
 ہوئی جس پر قرشیت کا شرط ہونا یقینی ہو گیا اوستی میں ہر اشتراط الامتاعرة یعنی اہلسنت
 نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے مقاصد میں ہر اشتراط فی الامام کونہ قرشی بقولہ
 صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الائمة من قریش امام میں شرط ہے کہ قرشی ہو رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قریش سے ہوں شرح مقاصد میں ہر افتت الائمة علی
 شرط کونہ قرشیاً خلافاً للخوارج لنا السنة والاجماع اما السنة فقوله صل اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم الائمة من قریش واما الاجماع فهو انه لما قال الانصار لعناتنیفة منا امیر
 منکم امیر منکم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ان لو نهم من قریش ولم یکره علیہ
 احد من الصحابة فكان اجماعاً یعنی تمام امت کا اجماع ہے کہ خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے
 اس میں مخالفت خارجی ہیں اور اکثر معتزلی ہماری دلیل حدیث و اجماع امت ہے حدیث تو حضور
 اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہیں اور اجماع یوں کہ جب انصار
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روز ستیفة بنی ساعدہ مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہا ایک امیر
 ہم میں سے اور ایک تم میں سے اونہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوی خلافت کر
 یوں باور کھا کہ تم قرشی نہیں (اور خلیفہ کا قرشی ہونا لازم ہے) اسپر کسی صحابی نے انکار کیا
 تو اجماع ہو گیا شرح فقہ اکبر میں ہر اشتراط ان یكون الامام قرشیاً بقولہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم الائمة من قریش وهو حدیث مشہور و لیس المراد به الامام بل الصلوة
 اتفاقاً تعینت الامامتا الكبرى خلافاً للخوارج و بعض المعتزلة یعنی شرط یہ ہے
 کہ خلیفہ قرشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ائمة قریش سے ہیں اور یہ حدیث
 مشہور ہے اور اس میں امامت نداد باجماع مراد نہیں تو ضرور خلافت مراد ہے اس میں مخالفت
 خارجی ہیں یا بعض معتزلی طر لقیہ محمد یہ ہیں ہر المسلمون لا بد لہم من امام قرشی

ولا يشترط ان يكون هاشميا يعني مسلمانوں کے لیے ضرور ہے کہ کوئی قریشی خلیفہ
 ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں حد لیکر مذہب میں ہو کیونکہ قریش ولا يجوز من غیر ہاشمی
 خلیفہ قریشی ہو غیر قریشی کی خلافت درست نہیں۔ مکہ میں امام ابوالشکر رسالی جسے سلطان
 الاولیا محبوب الہی نظام الحق والدین نے در میں پرھا اول میں ہے اجعنا علی ان
 الامام من ذلک ولا یكون من غیرہ ہم الامت کا اجماع ہو کہ خلیفہ قریش ہی ہو اور نیکے غیر سے نہیں

کتحدیث

صحیح مسلم صحیح بخاری میں ہر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یزال هذا
 الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان خلافت ہمیشہ قریش کے لیے ہے جب تک دنیا میں
 دو آدمی بھی رہیں شرح صحیح مسلم للام النودی و شرح صحیح بخاری للام القسطلانی و شرح
 علی قاری میں ہر وہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ہذا الامر مستمر لی آخر الدنیا ما بقی من
 الناس اثنان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظاہر فرمایا کہ یہ حکم ختم دنیا تک ہے
 جب تک دو آدمی بھی رہیں ارسطو و الساری شرح صحیح بخاری میں ابن المنیر سے اور
 مدد القاری امام بدر محمود عینی حنفی میں ہر قریش ہے اصحاب الخلفاء وہی مستمرة
 لہذا لی آخر الدنیا ما بقی من الناس اثنان قریش ہی خلافت والے ہیں وہ ختم دنیا تک
 اور نہیں کے لیے ہر جب تک دو آدمی بھی باقی رہیں امام قرطبی کی مفہوم شرح صحیح مسلم میں پھر مدد
 القاری شرح الباری شرح صحیح بخاری میں ہر ہذا الحدیث خبر من المشی و عیہ ای
 لا یعتقد الإمامة الکبری الا لقرشی مہا وجد منہم احد اس حدیث میں حکم شرعی کا
 بیان ہے یہ فرمایا ہر کہ جب تک دنیا میں ایک قرشی بھی باقی رہے اور وہی خلافت صحیح نہیں
 امام نووی شرح صحیح مسلم پھر امام قسطلانی شرح صحیح بخاری اور علامہ طیبی و علامہ سید شریف
 دہلی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ہذا الحدیث و اشباہا ہما دلیل ظاہر

ان انحلاقة مخصوصة بقریش لا يجوز عقد ها لاحد من غیرهم و هذا العقد الاجماعی
 فی زمن الصحابة وكذلك بعد هدم من خالف فيه من اهل البدع او من يخلف من غیرهم
 فهو محجوج باجماع الصحابة والتابعين فمن بعد هدم الاحادیث الصحیحة
 یہ حدیثین اور ان کے مثل اور احادیث روشن و پلین ہیں کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص
 اون کے سوا کسی خلیفہ بنا نا جائز نہیں اسی پر زمانہ صحابہ میں یومین اون کے بعد اجماع منعقد
 ہوا تو جن ہند ہوں نے اس میں خلافت کیا یا جس نے اور کسی کے خلاف کا اشارہ کیا اوس کا قول
 صحابہ و تابعین و علماء مابعد کے اجماع اور صحیح حدیثوں سے مردود ہے علامہ ابن المنیر
 پھر حافظا عنقللے شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں الصحابة بالفقوا علی افادة المفهوم للخصر
 خلافا لمن انكر ذلك والى هذا ذهب جمهور اهل العلم ان شرط الامام ان
 يكون قريشياً وقالت النخارج وطائفة من المعتزلة يجوز ان يكون الامام غير قريشياً
 وبالغ ضرابه زعموه فقال تولية غير القريشيين وقال ابو بكر الطيب له يعجز المسلمون
 على هذا القول بعد ثبوت حديث الائمة من قریش وعمل المسلمون به قرناً بعد
 قرن والعقد الاجماعی علی اعتبار ذلك قبل ان يقع الاختلاف یعنی صحابہ نے اتفاق
 فرمایا کہ حدیث الائمة من قریش خلافت کا قریشی میں حصر فرمائی ہے یہ خلافت اوس کے جواسکا
 منکر ہو اور یہی مذہب جمہور اہل علم کا ہے کہ خلیفہ کے لیے قریشی ہونا شرط اور خارج ہوں
 اور ایک گروہ معتزلہ نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے اور ضرار بن عمرو یہاں تک کہ
 گیا کہ کہا غیر قریشی کا خلیفہ کرنا بہتر ہے۔ امام ابو بکر ابن الطیب نے فرمایا مسلمانوں نے اس
 قول کی طرف التفاف نہ کیا بعد اسکے کہ حدیث الائمة من قریش ثابت ہو چکی اور ہر قرن
 میں مسلمان اوپر عامل رہے اور اس اختلاف اوٹھنے سے پہلے اوس کے ماننے پر اجماع منعقد
 ہو لیا۔ امام احمد ناصر الدین اسکنیرانی پھر امام احمد شہاب الدین کنانی وجہ دلالت حدیث
 ۶۶ ہذا الامہ فی قریش میں فرماتے ہیں المبتدأ بالتحقیقة ہنا هو الامر الواقع

عہ تنبیہ ضروری
 یہ کلام علیہ اوردیئے گئے ہوں
 کہ بعون تعالیٰ
 اس سے اہل باطل
 کا بیخ کا لہو کا
 شدت علی ضرر ہے

صفت لہذا اور ہذا الامور صفت الالباب جنس مقتضاه حصر جنس الامر فی قولہ
 قال لا امر الا فی قولہ والحدیث وانکان بلفظ الخبر فهو بمعنى الامر ولقبہ بطرف
 الحدیث توید ذلک یعنی حال حدیث یہ ہے کہ ہذا الامر فی قولہ دائماً یہ امر خلافت
 ہمیشہ قریش کے لیے ہے ہذا ابتدا ہے اور امر اسکی صفت اور ہذا کی صفت
 میں ہمیشہ جنس ہی آتی ہے تو مطلب یہ کہ جنس خلافت قریش ہی کے لیے ہے اور ان کے غیر کے لیے
 اور سکا کوئی فرد نہیں) گویا الفاظ یون ارشاد ہو کر کہ خلافت نہیں مگر قریش میں اور حدیث
 اگر یہ صورت خبر ہے معنی امر ہے حدیث کی باقی روایتیں اس مسئلے کی مؤید ہیں امام ابن
 حجر اور ابن سنی نے امام ابن بطال شرح بخاری کی لہجہ سے باقل میجر انیکون
 ملک یغلب علی الناس بغير انیکون خلیفة وانما انکر مغویة رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 خشية ان یظن احد ان المخلوفة تجوز فی غیر قریش فلما خطب بذلک دل علی
 ان ذلک الحکم عندہ صحت ذلک اذ لم یقل عن احد منهم انکر علیہ یعنی جب حضرت
 عبدالعزیز بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ عنقریب ایک بادشاہ قبیلہ قحطان سے
 ہو گا حضرت امیر مہویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر سخت انکار کیا اور خطبہ پڑھا تو میں فرمایا
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خلافت قریش میں ہے یا انکار
 اس پہلے تھا کہ کوئی غیر قریشی بادشاہ بھی نہیں ہو سکتا یہ تو جائز ہے کہ کوئی بادشاہ لوگوں
 پر تغلب کرے اور خلیفہ نہ ہو بلکہ انکار کی وجہ یہ تھی کہ کوئی یہ نہ سمجھے بیٹھے کہ غیر قریشی خلیفہ
 ہو سکتا اور انہما حضرت امیر مہویہ نے خطبہ پڑھا کہ کوئی غیر قریشی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور
 اس پر کسی صحابی نے انکار کیا تو معلوم ہوا کہ ان سب کا یہی مذہب ہے مہلب پھر ابن
 بطال پھر عینی و عسقلانی و قسطلانی سب شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں
 لقصطانی اذا قام ولین منہیت النبوة ولا من قولہ الذین جعل اللہ فیہم الخلا
 فہم انما لہم تغیر الزمان وتبدیل الاحکام جب قحطانی قائم ہو گا اور وہ نہ خاندان

نبوت سے ہونے قریش سے جنین امر عزوجل نے خلافت رکھی ہو تو یہ ایک بڑا تغیر زمانہ اور
احکام شریعت کی تبدیلی ہو گا امام اہل قاضی حیاض پھر امام ابو زکریا نووی شمس روح
صحیح مسلم میں فرماتے ہیں اشترراط کونہ قرشیا ہو مذہب العلماء كافة وقد اختلف
به ابو بکر وعمر علی الانصار یوم السقیفة فلم ینکروا احد وقد عدها العلماء
فی مسائل الاجماع ولم ینقل عن احد من السلف فیها قول ولا فعل ینخالف ما
ذکرنا وکذلك من بعدهم فی جمیع الاعصار ولا اعتداد بقول النظام و
مروافقہ من الخوارج واهل البدع انه یجوز کونہ من غیر قریشی ما هو علیہ من مخالفتہ
اجماع المسلمین خلیفہ من قرشی جوئی شرط جمیع علما کا مذہب ہے اور بیشک اسی سے
صدیق اکبر و فاروق اعظم نے روز سقیفہ انصار پر حجت قائم فرمائی اور صحابہ میں کسی نے
اسکا انکار نہ کیا اور بیشک علمائے اسے مسائل اجماع میں گنا اور سلف صالح میں کوئی
قول یا فعل اسکے خلاف منقول نہ ہوا یہی تمام زمانوں میں علما سے مابعد سے اور
وہ جو نظام معتزلی اور غاریمون اور بد مذہبون نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے
کچھ گنتی شمار میں نہیں کہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات
میں فرماتے ہیں گفت ما حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ ہی باشد وہ خلافت در قریش یعنی
ہی باید کہ در ایشان باشد و جائز نیست شرعاً عقد خلافت مر غیر ایشان را و برین منعقد شد
اجماع در زمن صحابہ و پانین حجت کردند ہما جبران بر انصار امام جلال الدین کی کتاب تاریخ
الکلفار سے گزرا لہذا اور ہذا احد من الخلفاء العجیدین لان امامت مقصود
غیر صحیح ہے لہذا غیر قریشی میں نے اس کتاب میں خلفائے مجتہدین سے
کسی کا ذکر نہ کیا اس لیے کہ اونکی خلافت باطل ہے کہ وہ قرشی نہیں۔

لہ اور دہ آخر کتاب الحدیث تبعاً ۱۲ منہ غفرلہ

کتاب الحنفی

فتاویٰ سر اجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقاد یہ میں ہے لیشرط انیکون
 الخلیفہ قرشیاً ولا یشرط انیکون ہاشمیاً خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو اور ہاشمی
 ہونا شرط نہیں۔ اشہاء والنظار فن ثالث بیان فرق پیر ابو السجور و ازہری
 علی الکنز میں لیشرط فی الامام ان یکون قرشیاً خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو **عمر العیون**
 میں ہے لیشرط نسب قریشی اقوالہ **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** الاثمة من قریش
 قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** نے فرمایا خلفا قرشی ہوں در مختار
 میں ہے لیشرط کونہ مسلماً حراً ذکراً اقلاباً بالغاً قادراً قرشیاً خلیفہ ہو نیکی یہ شرط ہے
 کہ مسلمان آزاد مرد و قابل بالغ قادر قرشی ہو **طحاوی** علی الدین ہے لیشرط کونہ
 قرشیاً اقوالہ **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** الاثمة من قریش وقد سلحت الانصار
 الخلفاء لقریش ہذا الحدیث خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ **صلی اللہ تعالیٰ**
علیہ وسلم نے فرمایا خلفا قرشی ہوں اسی حدیث سے انصار نے قریش کو خلافت تسلیم کر دی
 روا المختار میں ایسے مثل لکھ کر فرمایا وہاں بیطل قول الضمیر ان یرید ان الامامة تصلی فی
 غیر قریش واللعبیہ ان القرشی اولیٰ بها یعنی اسی حدیث و اتفاق صحابہ کرام سے ضرار یہ
 کا قول باطل ہوا جہتے ہیں کہ خلافت غیر قریش میں ملتی ہے اور کعبہ کا جو کہتے ہیں خلافت
 کیلئے قرشی صرف اولیٰ ہے یعنی ان دونوں گمراہ فرقوں نے اہلسنت کا خلاف کیا اولیٰ
 غیر قرشی کی خلافت کو اولیٰ ہے تاہم نے قرشی کی خلافت کو صرف اولیٰ سمجھا لازم بنانا
 اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا لازم ہے دوسرا خلیفہ شرعی ہو ہی نہیں سکتا تمہید
 امام ابو شکر سالمی میں امام الاثمة سراج الامم **عظیم** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نص سے
 اسکی تصریح ہے کہ قال ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیسوا امامتہ اذا کان قرشیاً

براکان اور فاجرا خلافت صحیحہ پر بشتر طہکہ قرشی ہو نیک خواہ۔

ازالہ و ہم میں عبارات کتب عقائد و حدیث

بالجمله مسند قطعاً یقیناً بسنت کا اجماعی ہے، لہذا حدیث بخاری اسمعوا و

اطیعوا وان استعمل علیکم بعد حبشی سنو اور مانو اگرچہ تیسرے کوئی حبشی غلام عامل کیا جائے اور کسی شرح میں علماء قاطبہ ازالہ و ہم کی طرف متوجہ ہو کر شرح مفصلاً

ذلت فی غیر الامام من الاحکام یہ حدیث خلیفہ کے سوا اور حکام ماتحت کے بارے میں ہے

مواقف میں ہے ذلت فی مزامن الامام علی مسرتہ وغیرہا یہ حدیث اس کے بارے میں

ہے جسے خلیفہ کسی لشکر وغیرہ پر سردار کیے شرح مواقف میں ہے بحج حملہ علی هذا دفعا

للتعاضد بینہ و بایر الجماع اول قول هو وبالغۃ علی سبیل الفرض و بدل علیہ اندلا یجوز

کون الامام بعد الجماع حدیث کو اس معنی میں لکھ کر ناما صحیح ہے کہ اجماع کے مخالف نہ ہے

یابون کہین کہ وہ بروح وبالغۃ بطور فرض ارشاد ہوا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام کا غلام ہونا بالاجماع

باطل ہے امام ابن الجوزی نے تحقیق پھر امام بدر محمودی نے عمدۃ القاری پھر حافظ عسقلانی نے

شرح بخاری کتاب الصلاة میں فرمایا ہذا فی الامراء والعمال لا الائمة والخلفاء فان

انمخلاف فی قریش لامل خل فیہا لغيرہم یہ حدیث سرداروں اور عاملوں کے بارے میں ہے

نہ خلفائین کہ خلافت تو قریش میں ہے و سرداروں میں ظل ہی نہیں ہیں فتح الباری میں ہے

امر بطاعة العبد المحبشی والامامة العظی انما تكون بالاستحقاق فی قریش فیکون

غیرہم متغلباً حبشی غلام کی اطاعت کا حکم فرمایا اور خلافت تو صرف قریش کا حق ہے تو غیر

قریشی متغلب ہو گا یعنی زبردستی امیر بن نہیں ہونے والا عمدۃ القاری و فتح الباری کتاب الاحکام

میں اسی حدیث کے نیچے ہے ای جعل ماملہ ان امرامامۃ ملہم علیہم مثلاً او ولی فیہا

ولایۃ خاصۃ کالامامۃ فی العملاۃ اوجایۃ الخراج او مباشرۃ الحرب فقد کان

والراشدین من تجمعه الامور الثلاثة ویرتخص ببعضها مراد یہ ہے کہ وہ عامل کیا جائے اور نہ خلیفہ
 سلاسی شہر کا نام مالی کر دی کسی خاص منصب کی ولایت سے جیسے نماز کی امامت یا خراج کی تحصیل کسی
 شکر کی سرکاری خلیفہ راشدین کے نام میں یہ تینوں باتیں بعض میں جمع ہو جاتی تھیں اور کسی میں بعض امام ابو سلیمان خطابی
 پھر امام عینی و امام عسقلانی و علی قاری نے فرمایا قد یضرب المثل بما لا یقع فی الوجود و هذا
 من ذلک و اطلق العبد الحبشی مبالغۃ فی الامر بالطاعة وان كان لا یقصر شرا ما ان
 بل ذلک اھ بلفظ المرقاة قال المخطابی قد یضرب المثل بما لا یقع فی الوجود
 یعنی کبھی ضرب ل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی یہ حدیث اسی قبیل سے ہے حبشی
 کا ذکر حکم اطاعت میں مبالغہ کیلئے فرمایا اگرچہ یہ شرعاً متصور نہیں۔ اشعة اللمعات میں ہے

ذکر عبد برای مبالغہ است بروترة قول ان حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر کہ بنا کند مسجد را گرچہ

مثل اشیاہ بکنجشک و مرید ہرگز مثل اشیاہ کنجشک نہ باشد لیکن مقصود مبالغہ است یا مراد

نائب خلیفہ است عمدة القاری و کواکب الدراری و مجمع البحار میں ہے ہذا فی الامراء و العمال

دون الخلفاء لان الحبشی لا یتولی الخلفاء لان الائمة من قریش یہ حدیث سر داروں

اور عاملوں میں ہے حبشی خلیفہ نہ ہوگا کہ خلفاء قریش سے ہیں مہلب پھر ابن بطل پھر ابن حجر

نے فتح میں کہا قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسمعوا و اطیعوا لا یوجب ان یكون

المستعمل للعبد الامام قرشی لما تقدم ان الامامة لا تكون الا فی قریش نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ غلام کی اطاعت کرو اسکو واجب کرتا ہے کہ غلام کو قریشی خلیفہ نے

عامل بنایا ہو کہ خلافت تو نہیں مگر قریش میں فتح الباری و ارشاد الساری و مرقاة قاری میں

واللفظ لہا (وان استعمل علیکم عبد حبشی) ای وان استعملہ الامام الاعظم

طالق لہ لان العبد الحبشی هو الامام الاعظم فان الائمة من قریش اگرچہ تمیز

غلام حبشی عامل کیا جائے یعنی اگرچہ خلیفہ کسی غلام کو عامل بنا کے نہ یہ کہ خود غلام حبشی خلیفہ ہو

کہ خلفاء قریش سے ہیں مجمع بحار الانوار میں ہے شرط الامام المحرریة و القرشیة

ولیس فی الحدیث انه یكون اماما بل یفوض الیه الامام امر من الامور - خلیفہ کے لیے شرط ہے کہ آزاد و قریشی ہو اور حدیث میں یہ نہیں کہ غلام خلیفہ ہو بلکہ یہ مراد کہ خلیفہ اوست کہلی کام سپرد کرنے سے اقول بلکہ خود حدیث صحیحین اس معنی کی تصریح صریح موجود جسکا بیان فصل سوم میں آئیگا ان شاء اللہ العظوم الودود۔ یا جملہ دربارہ خلافت ہر طبقے اور ہر مذہب کے علماء اہلسنت ایسا ہی فرماتے آئے یہاں تک کہ اب دور آفرین یعنی عبد الباری صاحب کے جدا علی حضرت ملک العلماء بحر العلوم عبد علی لکھنوی فرنگی محل رحمة اللہ تعالیٰ نے شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلافت صدیقی پر اجماع قطعی کے منقہ ہونے میں فرمایا باقی ماند کہ سعد بن عبادہ از بیعت مخلف ماند ماہیہ کہ سعد بن عبادہ امارت خودی خواست و این مخالف نص است چہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اندک الا جملة من قریب اسمہ از قریش اند پس مخالفت اور اجماع قدح نادر چہ مخالفت صحابہ صحابہ ہو و بلکہ مخالفت او اعتبار ندارد پھر خلافت فاروقی پر انعقاد اجماع میں فرمایا کہ صحابہ بران عمل کردند و بیعت حضرت امیر المؤمنین عمر کردند و درین ہم کسے مخالفت نکرد سوائے سعد بن عبادہ لیکن مخالفت او مخالفت نص بود چہ امارت خودی خواست چنانچہ دانی اب سبب اخیر دور میں حضرت مولانا فضل رسول صاحب مرحوم اپنی کتاب عقائد المتقدّمین المتقدّمین فرماتے ہیں لیشرط النسب قریب خلافاً لکثیر من المعتزلة ولا لیشرط کونہ نسا شیعاً خلافاً للذو افض خلیفہ کا قریشی النسب ہونا شرط ہے بر خلاف بہت معتزیلون کے اور ہاشمی ہونا شرط نہیں بر خلاف رافضیوں کے حضرت مولانا محمد القادر صاحب بایوبی مرحوم اپنے رسالہ عقائد حسن الکلام میں فرماتے ہیں نعتقد انہ یجب علی المسلمین نصب امام من قریش ہم اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں پر قریشی خلیفہ قائم کرنا فرض ہے۔

نوع و گرا از کتب عقائد

عبد الباری حدیث
 جہاں صاحب
 شرح فقہ اکبر
 مولانا فضل رسول
 صاحب
 عقائد المتقدّمین
 المتقدّمین
 مولانا محمد القادر
 صاحب
 بایوبی

علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں فان قيل فعلى ما ذكر من ان هذا الخلافة
 فلتكون سنة يكون الزمان بعد الخلفاء الراشدين خاليا عن الامام فتعصب الامة
 كلهم قلنا المراد بالخلافة الكاملة ولو سلم فلعن الخلافة تنقض دون
 الامامة بناء على ان الامامة اعم لكن هذا الاصطلاح لم نجد في القوم
 واما بعد الخلفاء العباسية فالامر مشكل يعني اگر کہا جائے کہ جب خلافت حضور
 اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تیس ہی برس رہی تو خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 کے بعد زمانہ امام سے خالی رہا اور معاذ اللہ تمام امت گنہگار ٹھہری کہ نصب امام امت
 پر واجب تھا تو ہم جو اب دینگے کہ وہ جو تیس برس ختم ہو گئی خلافت راشدہ کاملہ تھی
 نہ کہ مطلق خلافت اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو شاید خلافت ختم ہو گئی امامت بعد کو رہی اور
 واجب نصب امام ہی تھا تو امت گنہگار نہ ہوئی یہ اسپر مبنی ہو گا کہ امامت خلافت پر
 عام ہو مگر ہم نے قوم سے یہ اصطلاح نیائی بہر حال جب سے خلفاء عباسیہ نے یہی امر مشکل
 ہے کہ اس وقت سے نہ کوئی امام ہو نہ کوئی خلیفہ تو اعتراض نہ اٹھاتے تھے۔ اقول اولاً
 صحیح جواب لے کر اور اشکال کا جواب خود علامہ کے کلام سے آتا ہے اس وقت تک نظر اور پرنہ کی
 بھی ٹھانپا امامت بیشک عام ہے جسکا بیان ہم کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ نیز علامہ بوضوح
 شرح مقاصد میں اسی اعتراض کو ذکر کر کے بہت صحیح و واضح جواب سے وضع فرماتے ہیں
 کہ فان قيل لو وجب نصب الامام لزم اطباق الامة في اكثر الاعصار على ترك الواجب
 لاقتفاء الامام المتصرف بما يجب من الصفات سيما بعد القضاء والدولة
 العباسية قلنا انما يلزم الضلالة لو تركوا عن قدرة واختيار لا عجز واضطرار
 اگر کہا جائے کہ نصب امام واجب ہوتا تو اکثر زمانوں میں ترک واجب پر امت کا اتفاق لازم
 آتا ہے کہ امام کے لیے جو صفات لازم ہیں ایسا مدت سے نہیں خصوصاً جبکہ دولت عباسیہ
 نے یہی خلافت کا نام نشان تک نہ رہا اور ایسا ترک واجب گمراہی ہے اور گمراہی پر امت کا

میں اوسین سے بسند دیگر اور دار قطنی نے افراد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما سے مروی اور خطیب نے بسند خلفاء حضرت جبرائیل سے موقوفاً اور حاکم نے حضرت
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث طبرانی کے لفظ یہ ہیں لکنہا فی ولد عمی صنوا
 حتی یسلموا الی ایچہ بان خلافت میرے چچا میرے باپ کی جگہ عباس کی اولاد میں ہر
 بہانہ تک کہ اسے سپرد سچ کرینگے اور حدیث ابن مسعود میں ہے یدفعون الی جیل من اهل
 یعنی یوطی اسمہ اسمی واسمہ ایہ اسم الی فیملوہا قسطاً وعدلاً کما ملئتہا
 وظلمادہ خلافت کو میرے اہل بیت سے ایک مرد کے سپرد کرینگے جسکا نام میرا نام
 ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا
 جس طرح ظلم و ستم سے بھر گئی تھی یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ امام خاتم الحفظان
 نے اس حدیث سے استناد اور اس پر اعتماد کیا کما لقیہم یہ ہیں تقریباً چچا میں حدیث
 اور کتب عقائد و تفسیر و حدیث و فقہ کی بانو سے عباس بن سنی بالانصاف کو اس بقدر
 کافی و کافی ہیں و السلام و الحمد للہ رب العالمین و صلے اللہ تعالیٰ علی سیدنا و
 مولانا محمد و آلہ و صحبہ و ائیمہ و حزبہ اجمعین +

فصل دوم

خطبہ صدر مولوی فرنگی علی بن اسطری کارگزاری کی بنا برہاری

(۱) مسلمانوں نے دیکھا خلافت کے لیے شرط قریشیت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں صحابہ کا اجماع تابعین کا اجماع امت کا اجماع جملہ اہلسنت کا
 عقیدہ ائمہ و اکابر حنفیہ کی کتب عقائد میں تصریحیں کتب حدیث میں تصریحیں کتب فقہ
 میں تصریحیں ایسے عظیم الشان دلیل البرہان اجماعی قطعی یقینی مسئلے کو فرنگی علی خطبے
 صدارت میں صرف شافیہ کی طرف نسبت کرنا اور حنفیہ میں فقط بعض کے کلام سے وہ

بھی تصریح نہیں فرمائی ہے سمجھے جائیگا اور عالمزنا کہ جسے خلاف دیانت و اخلاق و عوام ہے
 (۲) تمہید میں تو اوپر فرمودہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص صریح مذکور
 شاید امام اعظم کا نص بھی کسی مقدمہ حنفی کا فحوا و کلام ہوگا (۳) اوپر نقول قاسمہ اجماع کیوں
 اگر انہوں نے بعض متکلمین کے اجماع نقل کیا۔ کسی بیس پر (۴) یہ کہنا کہ ابتدا اسکی قاضی عیاض سے
 معلوم ہوتی ہے مگر ثبوت اجماع مشکل ہے ثقات ائمہ کی تکذیب کا اشعار ہے امام اہل ثقہ
 عدل قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلے ائمہ نے اوپر اجماع نقل کیا بعد کے علمائے
 نقل کیا سب نے مقبول و مقرر رکھا کہینے او میں خلاف اہلسنت کا پتہ نہ دیا معاذا اللہ یہ
 سب جھوٹے ہیں اور زنگی محلی سے (۵) جب نقول ائمہ مردود و نامعتبر ٹھہریں تو آپہی
 ہزاروں اجماعوں کا ثبوت مشکل بلکہ ناممکن ہو جائیگا کہ آخر قرآن و حدیث نے فرمایا نہیں کہ بعد
 عصر نبوت فلان فلان مسئلہ پر اجماع ہو گا ہم نے اہل اجماع کو دیکھا تک نہیں نہ وہ سب
 ملکر اپنے اجماع کی دستاویزین جستری کر گئے اب نہ میں مگر نقول ائمہ وہ ان تازہ لیدر
 کو مقبول نہیں پھر ثبوت اجماع کی صورت ہی کیا رہی (۶) جب وہ نقل اجماع میں منہم نقل
 اقوال خاصہ میں کیوں معتد بہ گئے فقہ بھی گئی یہ وہابیہ وغیر مقلدین کی تعظیم و تکریم اور
 جاسون میں او کی صدارت و تقدیم کی شامت ہے کہ وہی غیر مقلد کا مسئلہ آگیا
 قیاس فاسد و اجماع بے اثر آمد (۷) امام اہل قاضی عیاض نے ابتدا و دعویٰ اجماع
 کیا بلکہ یہ فرمایا کہ علماء کرام نے اوس مسائل اجماع میں گنا تو ان سے ابتدا بتانا تکذیب گستاخی
 کی انتہا دکھانا ہے (۸) صدر اسلام میں ڈیڑھ سو برس تک تصانیف نہ ہوئیں پھر اگلی
 صدیوں کی ہزاروں کتابیں منفقود ہو گئیں اب صدیوں کے مسائل اجماعیہ میں سب سے پہلے جس
 امام کے کلام میں نقل اجماع نظر آئے اوسیکے سر رکھ دیا جائے کہ ابتدا اذن سے معلوم
 ہوتی ہے کتنا آسان طریقہ و اجماع کا ہے (۹) ائمہ کرام اوپر صحابہ و تابعین و سلف صالح
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین سے اب تک تمام اہلسنت کا اجماع بتاتے اور اسی بنا پر کتب عقائد

میں اس سے مسئلہ قطعیہ یقینہ فرماتے ہیں اس کے مقابل اگر کسی صحابی سے کوئی اثر ملے تو
 اگر وہ العقاد اجماع سے پہلے کی گفتگو ہو اس سے نقض اجماع جنون خالص ہو تو
 اگر تاریخ معلوم نہ ہو اور اگر بعد کی ہو اور سند صحیح نہیں تو آپھی مردود اور صحیح و قابل تاویل صحیح
 تو واجب التاویل ورنہ شاہد روایت اجماع کے مقابل قطعاً مشتمل نہ کہ اولاً اس سے
 اجماع ہاں (۱۰) قریش میں حصہ خلافت کی احادیث بیشک متواتر ہیں بہت منکلبین کی نظر
 احادیث پر زیادہ وسیع تھی کہ جن دوسرا ہوا انھوں نے خبر آجاء سمجھا تو ساتھ ہی قبول
 صحابہ سے قطعی یقینی بنا دیا مگر مسامرہ سے گزرا کہ حافظ الحدیث امام عسقلانی نے ایک حدیث
 الاثما من قریش کہ چالیس کے قریب صحابہ کرام سے مروی دکھا دیا اور انہیں مستقل رسالہ
 تصنیف فرمایا جس کا نام امام سخاوی نے مقاصد سنہ من لدن العیش فی طرق حدیث
 الاثما من قریش بتایا یہ حدیث صحابہ کرام میں ایشیناً تواتر کا ہے یہ ایک حدیث کا حال تھا
 اسی مدعا پر اور احادیث علاوہ (۱۱) اس سے قطع نظر کیجیے تو اس قدر تو اجکل کی
 قاصر نگاہوں سے بھی نظر آرہا ہے کہ وہ بلاشبہ مشہور اور بالفاظ عام دیدہ و طرق کثیرہ
 بہت صحابہ کرام سے ماثور اور بہار صدر اول سے امت مرحومہ میں احتجاج و عمل
 کے لیے مقبول و منظور۔ پھر اس کے خاص الفاظ کے آحاد سے ہونیکا ذکر جس کا
 جو اب علماء عقائد مواقف و شرح مقاصد و شرح مواقف وغیرہ میں دس چکے کیا
 انصاف ہے (۱۲) ائمہ نے الائمہ من قریش سے استدلال فرمایا اور جمع محل باللام کے
 افادہ استغراق سے تمام تقریب فرما دیا اس سے اختلاف فی قریش سے بدلنا اور
 القضاء فی الانصار سے نقض کرنا کیا مقتضی ہے دیانت ہے (۱۳) حدیث صحیح
 لا یزال هذا الامر فی قریش ما بقی من الناس اثنان سے استدلال ائمہ کا کیا ہو گیا
 کسی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ لا یزال هذا القضاء فی الانصار وهذا الاذان
 فی الحبشة ما بقی من الناس اثنان ہمیشہ عہدہ قضا انصار میں اور عہدہ اذان حبشیوں

میں رہی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں (۱۴) جب ائمہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے
 حدیث سے حسرت سمجھا اور اسی پر عمل فرمایا تو صحابہ کے مقابل اپنی یہ میگوئی بیان نکالنا
 کیا شان دین ہے (۱۵ و ۱۶) محققین اہلسنت عموماً اور امام ابو بکر باقلانی کی طرف
 مخصوصاً اس نسبت کی جرارت کہ قرشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں کس قدر
 دروغ بیزہد ہے! اکابر ائمہ و اعظم علماء اجماع صحابہ اجماع تابعین اجماع امت نقل فرماتے
 ہیں باقلانی خلاف صرف خارجیوں معتزلیوں کا خلاف بتاتے ہیں مخالفت میں عنرار
 و کعبی و دیگر اہل حق کے قول نقل کرتے ہیں معاذ اللہ اگر تمام محققین اہلسنت درکنار صرف
 امام سنت باقلانی کا خلاف ہوتا تو خارجیوں معتزلیوں کو مخالف بتایا جاتا و دیگر اہل حق کا
 نام ان کے نام نامی سے زیادہ پیارا اور قابل ذکر عظمت والا تھا کہ انھیں چھوڑ کر ان دونوں کا
 نام گناہا جاتا بشرح عقائد فلسفی کے الفاظ تو آب زر سے لکھنے کے ہیں کہ لو بخالف فیہ
 الا انخوار و بعض المعتزلة اس میں کہنے خلاف نکیا سوا خارجیوں اور بعض معتزلیوں
 کے تمام نقول اجماع کا یہی مطلب ہے مگر اس میں محققین اہلسنت و امام باقلانی کی طرف اس
 نسبت باطلہ کی روشن تفسیر ہے ولله الحمد اجلہ اکابر ائمہ اہلسنت ائمہ کلام و اکابر
 حدیث و اعظم فقہ سب کے ارشادات پس پشت و النادوا بیکم عن ابن خلدون کہ قول
 بے سند پر (جسکے مذہب کی بھی کوئی ٹھیک نہیں نہ تاریخ نویسی کے سوا کسی علم دینی میں
 اوسکا نام زبان پر آتا ہے) سرمنڈا بیٹھنا کیا شرط دین پرستی ہے! اجلہ ائمہ جہان ذہن نافذین
 کو نہ معلوم ہوا کہ خود امام سنت باقلانی و محققین اہلسنت اس مسئلہ میں مخالفت میں برابر
 اجماع نقل فرماتے رہے مسئلہ پر جزم و یقین فرمایا کیسے اہل خلاف کو خارجی معتزلی عبتی
 کہتے رہے مگر اٹھویں صدی کے اخیر میں اس مورخ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ
 اس میں تو محققین اہل سنت و امام سنت مخالف ہیں (۱۷) طرفہ یہ کہ ابن خلدون نے
 اتنا کہا تھا اشتبہ ذلك عن کثیر من المحققین بہت سے محققوں کو اس میں شبہ لگا

بی محلی تحریر کے مشابہ لگنا اور اوڑھا پا اور کثیر کا لفظ لگنا یا اس میں بنایا کہ محققین مدد کرتے
 یعنی ادنیٰ کا عدول اور اشتباہ نہیں بلکہ ادراہ و تحقیق ہو۔ جو اس شرط پر قائم ہو
 فی تمام اہلسنت وہ محقق سے عادی ہیں (۱۸) ان دونوں سے بڑھ کر چالائی یہ کہ فرقی
 تحریر نے محققین کے ساتھ لفظ اہلسنت بڑھا لیا یہ لفظ ابن خلدون کی عبارت میں
 ان وہ مذہب جانی لکن محققین کہ رہا ہوا کہ فرما چکے کہ اس میں مخالفت خارجی ہیں یا معتزلی
 نہیں ہیں سے کسی فریق کو محققین کہا اور ظاہر معقولہ کو کہا کہ ذرا بارہ خلافت جو مضمون اہلسنت
 کیا وہ خضر ابن عمر و معتزلی ہی کی مخالفت کا نتیجہ نہیں نہیں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ
 اقبسی الی اللہ تعالیٰ (۱۹) ابن خلدون کی حالت عجیب ہو اس کے کلام سے کہیں
 حزال کی برائی ہے کہیں پھر یا نہ اسباب کسی کی تھلک پائی جالی ہے اور لیا کر کرام کا صاف
 ان پر اد نکور انھیوں کا منقلد بتاتا ہے کہتا ہے ان کے دونوں میں رافضیوں کے اقوال راجح
 لئے اور ان کے مذاہب کو اپنا دس بنانے میں تو غل کیا یہاں تک کہ طریقت کا سلسلہ
 تک پہنچا یا اور کتا انھوں نے حسن بصری کو خرقہ پہنا یا اور ان سے ان کے پیروں
 پہنچا اس شخص علی اور انکی اور باتوں سے سمجھا جاتا ہے کہ رافضیوں میں داخل ہیں وہ انڈیا
 انھیوں کی طرف ایک امام مہدی کے انتظار میں ہیں جس کے آنے کی کچھ صحت نہیں اس میں شرح
 قطاب و ابوال کا ایک نکتہ منکر ہے اس میں بھی اولیا کے مقدمہ روافض ہونیکا مشعر ہے کہ جسطرح
 انھیوں نے ہر زمانے میں ایک امام باطن اور اسکے نیچے لقب مانے ہیں یوہیں اولوں سے
 سیکر صوفیہ نے ہر دور سے میں ایک قطب اور اسکے ماتحت ابوال گڑھے ہیں حالانکہ
 ادبش معروف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ جسکے بیان میں امام جلال
 علی کا ایک سالہ ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر جلا اقطاب کرام
 امت اسلام سب اقطاب و ابوال کی حقیقت استوائی ہیں یوہیں کونسا صاحب سلسلہ ہی
 کا سلسلہ امیر المؤمنین علی تک نہیں پہنچتا تو وہ ان تمام حضرات اکابر کرام کو معاف

لے دو کہوں جائے
 اپنے ان علم ہادی
 مسئلہ اسکی صاحب کا
 فتاویٰ جلد اول
 ص ۱۰۲ اور
 دو اپنا جس کرد
 فتاویٰ نیا مہر
 علامہ عبد الرحمن
 حرمی معتزلی
 ممدونہ بان فہدین
 عبد الرضا شمس علی
 رضوی غفرلہ

دین میں مخرج اور رافضیوں کا مخرج بلکہ سلک و افضل میں منسلک ٹھہرنا ہی فتوحات
 اسلام کا زادِ عمری صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حسی ہونا بتاتا ہے اور یہ کہ امیر المؤمنین
 جواد علیؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد پر بیٹھے وقت انھیں وحشیت پر اور او بھار دیا
 کیونکہ وحشی ہی قوم کا ملک وسیع ہوتا ہے۔ نیز کہتا ہے صحابہ وحشی ہونیکے سبب لکھنا ٹھیک
 جانتے تھے اس لیے قرآن مجید میں لکھا ہے اور اولیا کو جادو گردن کے حکم میں رکھنے
 کے لیے کساجو کسی کو اپنی کرامت سے قتل کروئے وہ صاحب کرامت قتل کیا جائیگا
 جیسے ساحر کو اپنے سحر سے قتل کرے۔ اہل اکابر محبوبان خدا کو نام بنام حتی کہ شیخ الاسلام
 ہر وی کو لکھتا ہے کہ یہ جلوی تھے اور یہ کھرا خون نے روافض اسمعیلیہ سے لیکھا الخ غیر ذلک
 مرہفوانہ الشنیعۃ اور پھر تشریح کے لیے یا خود اپنے حل سے ناواقفی کے باعث جا بجا
 سنیت و اعتقاد اولیا کا اظہار بھی کرنا ہر جسے محققین شیخ الاسلام امام ہروی کی طرف کفر
 میں تقلید روافض نسبت کر دی وہ اگر محققین و امام باقلانی کی طرف بدعت میں تقلید خارج
 نسبت کر دے کیا بعید ہے۔ ہاں عجب اول مدعیان سنیت سے کہ تمام اکابر ائمہ و علماء
 اہلسنت کے ارشادات عالیہ پر پانی پھیرنے کے لیے ایک ایسے مورخ کا دامن تھا میں
 کیا آیا کر یہ بنس للظلمین بچلا کا بیان واروند ہوگی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم
 غالباً اس نسبت مختصر سے بھی اسے موافقہ کرام پر چوٹ کرنی منظور ہے وہ بھی شرط قر
 نوا بھامی مانتے ہیں خود اسی شخص نے اسی مقدمہ متاریخ فصل فاطمی میں اول اکابر کرام سے
 نقل کیا قالوا لما کان امر الخلفاء لقرئ شرح حکما شرعیاً بالاجماع الذی لا یوہنہ
 انھا من لمریر اول علم الخ یعنی صوفیہ کرام نے فرمایا خلافت خاص قریش کے لیے
 ہونا حکم شرعی ہے ایسے اجماع سے ثابت جو ناواقف ناشناس کے انکار سے مستثنیٰ
 ہو سکتا ہے محققین و امام معنی کا خلاف بتایا کہ اونکی تکذیب ہو (۲۰) نہیں نہیں بلکہ اسکا
 راز اور ہے خود اسی بحث سے روشن کہ وہ آپ بتدرج اور خوارج کا تبع اور اجماع

صحابہ کرام کا خارق اور ضراریہ و معتزلہ کا موافق ہو اور کھنڈے اور شرائط خلافت میں کسنا
اما النسب القرشی فلا جہاۃ الصحابة علی ذلك قرشیت کی شرط اس لیے ہے کہ صحابہ
کلم نے اسپر اجماع فرمایا پھر اس اجماع کی منشاء و مستند حدیثیں ذکر کیں کہ رسول اللہ صلی
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الاثمۃ من قریش خلفا قریشی ہوں اور فرمایا لا یزال ہذا
الامر فی ہذا النبی من قریش خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی اور کہا اسپر دلائل بکثرت میں پھر
آہستہ آہستہ روایات و اجماع کی طرف سرکا کہ لما ضعف امر قریش و تلاشت
عصبیتہم فاشتبہ ذلك علی کثیر من المتحققین حتی ذهبوا الی نفی اشتراط الترس
جب قریش میں ضعف آیا اور انکی حیثیت جاتی رہی تو بہت محققوں کو یہاں شبہہ لگا
ہاں تک کہ نفی شرط قرشیت کی طرف گئے۔ یہاں دونوں پہلو دیکھے اشتباہ کہا جس سے
مفہوم ہو کہ اون کو غلطی پر جانتا ہے اور انہیں محققین کہا جس سے مترشح ہو کہ اونکے اعم کو
تحقیق جانتا ہے پھر اونکے دو شبہ ذکر کیے ایک اسی حدیث دربارہ غلام حبشی سے جسکے جواب
کلام ائمہ سے گزرے اور اسپر زیادہ کلام اشارت اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے اسے جواب خطابی اختیار
کیا کہ یہ مباثتہ بطور فرض ہے دوسرا شبہہ اس روایت سے کہ امیر المؤمنین فاروق کو مروی ہے
لو کان سالو موٹی ابی حذیفہ حیا لولیتہ اگر ابو حذیفہ کے غلام آزاد شدہ سالم زندہ
ہوتے تو میں ضرور اونکو والی بناتا یا فرمایا لما دخلتني فبدا الظنۃ او پھر مجھے کوئی بدگمانی
نہ ہوتی۔ اسکا کھلا ہوا روشن جواب تھا کہ امیر المؤمنین نے فرمایا ہے تولیتہ میں او نہیں والی
کر تا نہ کہ استخلفتم من او نہیں خلیفہ کرتا والی ایک صوبہ کا بھی ہوتا ہے ایک شہر کا بھی ہوتا ہے
جسے خلیفہ مقرر فرمائے تو اسے یہاں سے کیا علاقہ اس روشن جواب کو چھوڑ کر اول تو یہ جو آدیا
کہ مذہب الصحابی یسن بحدیۃ یعنی یہ اگر ہے تو عمر کا قول ہے اور عمر کا قول کچھ حجت نہیں
شان فاروقی میں یہ کلمہ جیسا ہے اہل ادب پر ظاہر ہے حلی نسبت خاص حکم حضور پر نور
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے افتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر اون دو کی

بیرونی کر و جو میرے بعد ہونگے ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہاں تک تو بھی تھا۔ آگے دوسرا
 جواب کے بعد دیکھے۔ کتاب اور الیضام اور القوم منہم و عصبیۃ الولاء حاصلہ
 لسالم فی قریش و فی المفائد فی اشتراط النسب صراحتہ النسب غیر محتاج الیہ
 اذ الفائدہ فی النسب انما ہی العصبیۃ وہی حاجلہ صراحتہ لولاء یعنی دوسرا جواب
 یہ کہ کسی قوم کا آزاد شدہ غلام و غنیمتین سے ہے اور اس رشتہ والا کے باعث قریش سالم
 کی حیثیت کرتے اور یہی قومی حیثیت شرط قریشیت کا فائدہ ہے صراحتہ نسب کی حاجت نہیں کہ وہ تو
 اسی سمت کی غرض سے ہے اور حیثیت اپنے آزاد کیے ہوئے غلام کی بھی کرتے ہیں
 شرانفسان۔ دکھاتا تو یہ ہے کہ جو شرط قریشیت نہیں مانتا اور انکے شہدہ کا جواب دے رہا ہے
 اور جواب دیا جتنے شرط قریشیت کو اور کھٹ پھینکا کہ نسب کی کوئی حاجت نہیں قومی حیثیت
 سے کام ہے جس طرح بھی ہو۔ پھر بھی قریشیت کا کچھ دور اسکا رکھا کہ قریشی نہ ہو تو اسکا آزاد
 کر وہ غلام تو ہو اگر یہ یہاں اس میں بھی کلام ہے سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو خدیفہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے آزاد نہ فرمایا نہ وہ انکے غلام تھے بلکہ انکی بی بی کی بیٹی تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام تھے
 انھیں نے آزاد کیا اور وہ انصار یہ ہیں نہ کہ قریشیہ۔ ان براہ سوالات و دوستی مولیٰ ابی خدیفہ
 کہلاتے ہیں۔ ابو خدیفہ نے انکو سنبھلے کیا تھا اور اپنی بیٹی بھی غلام سے انکی شادی کر دی تھی اللہ
 تعالیٰ عنہما جمیعین۔ فتح الباری میں ہر خان مولیٰ لامرأة من الانصار فبنیہ ابو خدیفہ لما
 تزوجھا فنسب الیہ یعنی سالم ایک انسا ریہ بی بی کے غلام آزاد شدہ تھے جب ابو خدیفہ نے
 ادوں بی بی سے نکاح کیا انکو سنبھلے بنایا جب سے ابو خدیفہ کی طرف منسوب ہونے لگے رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما جمیعین و لہذا ارشاد الساری میں مولیٰ ابی خدیفہ کی یون شرح کی (مولیٰ) امرأۃ
 ابی حد تمنا ابو خدیفہ کے مرنے یعنی اونکے زونہر کے مولیٰ۔ غرض یہاں تک بھی دونوں
 کے لئے لکھی گئی کا غالب کر دیا کہ یہ حقیقت ہے اور یہاں قریشیت کا لگاؤ رہا مجاز۔ ابنا علیہ
 انکے ہونے کا اور رضی اللہ عنہما کے ہمارے کا اجماع چھوڑ کر اون گمراہوں کی تقلید کی اسکے ملحق

کہ یہ مخالفت امام سنن کے سر رکھدی اور کہا میں القائلین بنفی اشتراط القرشیتہ القا
 ابو یوسف بالاقلائی لما ادھرک عصبیتہ قوشن من التلاشی فاستقط شرط القرشیتہ وانعل
 موافقا لرای انخواجہ دلقی الجہر علی القبول باشتراطہا ولو کان عاجزا عن القيام بامور
 المسلمین وورد علیہم سقوط شرط الکفایۃ لانه اذا ذهب الشوکتہ بذہاب
 العصبۃ فقد ذهب الکفایۃ واذا وقع الاخلال بشرط الکفایۃ نظر فذلک ایضا
 العلم والذین وسقط اعتبار شرط ہذا المنصب وهو خلاف الاجماع یعنی امام
 قاضی ابوبکر باقلانی نے قرشیت شرط نمائی کہ قریش کی حیثیت فنا ہو گئی ولہذا اسکی شرط انہوں
 نے ساقط کر دی اگرچہ یہ خارجوں کے مذہب کے موافق ہے اور جمہور اب بھی شرط قرشیت
 ملتے رہے اگرچہ خلیفہ مسلمانوں کا کام بنانے سے عاجز ہو اور انہیں اعتراض ہے کہ لیاقت
 کار کی شرط جاتی رہی کہ جب حیثیت ہانے سے شوکت گئی کام کیا بنا سکیگا اور جب شرط کفایۃ
 چھولی ہی راہ شرط علم و شرط دین کی طرف چلے گی اور خلافت کی شرطین ساقط الاعتبار ہو جائیں گی اور
 یہ خلاف اجماع ہے۔ اس کلام کے پیچھے دیکھیے کیا کیا کر دین بلی میں اول تو امام سنت پر وہ
 اہمیت رکھی کہ قریش کی بے حیثیتی دیکھ کر شرط قرشیت ساقط کر بیٹھے یہ اپنا بچاؤ اور جانب
 کی ناپیدگی کہ ایک مجھی کو شرط قرشیت میں کلام نہیں السنن کے اتنے بڑے امام اسے استعفا
 دیکھے میں پھر ساتھ ہی کہہ دیا کہ آمین وہ خارجوں کے مذہب پر چلے یہ جانب اثبات کی رعایت
 سے کسی پھر اسی پہلو کا لحاظ بڑھایا کہ جمہور اسکی پر رہے پھر پہلو سے نفی کو کر دیا کہ اوپر
 ہے اعتباری شرائط کا الزم قائم ہوتا ہے یہ جھوٹا الزام صلاحہ خود اس پر حق تھا کہ قرشیت شرط
 تھی اور اسنے ساقط کی تو لوہین علم و دین و کفایت بھی ساقط ہو سکتی کہ یہ راہ ہر شرط کی طرف
 چلے گی اور جہاں جہاں عاجز چہار کو خلیفہ کر دینا جائز ہو جائیگا اور یہ خلاف اجماع ہے اسکی پیشین
 کی کہ جمہور السنن کے سر پر اجزا بڑا کہ وہ صرف قرشیت چاہتے ہیں اگرچہ کام سے بالکل عاجز
 ہو حالانکہ کتب عقائد فقہ و حدیث شاہد ہیں کہ قرشیت و قدرت دونوں شرط ہیں اور ان کے ساتھ

اسلام و حریت و ذکورت و عمل و بلوغ بھی زندہ کہ صرف قریشی ہونا بس ہی پچھلیاں کھیل کر اخیر
 میں وکی صاف کھولدی اذاجھٹنا عمر حکمتہ اشتراط القریشی و مقصد الشارع منہ لم
 يقتصر على التبرک بوصولہ الی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بل ما هو مشہور و المصلحتہ لم
 نجدھا الا اعتبار العصبیۃ و ذلك ان قریشا کان لہم العزۃ بالکثرۃ و العصبیۃ
 والشرف فاشتراط نسبہم لیکون اقوی فی انتظام المملۃ لما وقع فی ایام الفتوحات
 واستمر فی الدلتین الی ان تلافیت عصبیۃ العرب فاذا ثبت ان اشتراط القریشیۃ
 انما هو للعصبیۃ والغلب والشارع لا یخصر الاحکام بحجیل فطر دنا العبد وھی
 العصبیۃ فاشتراطنا فی القائلین بامور المسلمین ان ینکون من قوم اول عصبیۃ قویۃ غالبہ
 ثم ان الوجود و شاهد بذلك فانه لا یقوم بامر امۃ او جیل الا من غلب علیہم و قل
 ان ینکون الامر الشرعی مخالفا لادامہ الوجودی یعنی ہم جو نظر کریں کہ شرط قریشیت کی
 حکمت اور اس سے شارع کا مقصد کیا ہے تو وہ علاقہ بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرک
 پر موقوف نہیں جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہو رہا ہے کہ قرب ہوی کے سبب قریش کو فضل ملا ہے
 اور سین ان اور قومی حمیت کے اعتبار کے سوا کوئی مصلحت نہیں یہ ایک لیے کہ قریش اپنی
 کثرت اور آن اور شرافت کے سبب لب تھے لہذا اولیٰ کا نسب شرط کیا گیا کہ دین کا انتظام
 خوب ہو جیسا کہ زمانہ فتوحات میں جو اور اسکے بعد نبی امیہ و بنی عباس کی دولتوں میں ہا
 یہاں تک کہ عرب سے بے حمیت ہو گئے اور جبکہ ثابت ہو لیا کہ قریشیت کی شرط فقط
 اولیٰ حمیت و غلبہ کے سبب تھی اور شریعت احکام کو کسی قبیلہ کے ساتھ خاص نہیں کرتی تو ہر
 ملت حمیت کو عام کر دیا کہ خلیفہ میں ضرور ہے کہ کسی قومی و غالب جمیعت قوم میں کا ہو پھر
 ملاقات بھی اسی پر گواہ ہیں کہ قبیلے یا گروہ کا سردار وہی ہوتا ہے جو اوپر غالب ہو اور کم
 ہو گا کہ شریعت نبی کے خلاف حکم سے ظاہر کر دیا کہ قریشیت شرط نہیں عصبیت شرط ہے
 قریشیت اس لیے شرط تھی کہ ان میں قومی حمیت جاہلیت تھی جب قریش بلکہ تمام اہل عرب

بے حیثیت ہو کر تو اب ان کی خلافت کسی بلکہ کسی لاکھسی اور کسی بھینس۔ بالہمدہ فقط شرط قریشیت
 کی نفی کی بلکہ نفی قریشیت بلکہ نفی عربیت شرط کر دی کہ اصل شرط خلافت قومی حیثیت ٹھہرائی اور
 صاف کہہ دیا کہ نہ صرف قریش بلکہ تمام عرب بے حیثیت ہو گئے تو خلافت کیلئے شرط ہوا کہ
 خلیفہ نہ قریشی ہو نہ عربی بلکہ یہ شرط ہے کہ کسی خو خوار قوم کا ہو۔ تو یہ تو ہر امر معتزلی سے بھی
 بہت اونچا اور اوسے تو یہی کہا تھا کہ غیر قریشی اولیٰ ہے اسنے یہ جمالی کہ قریشی بلکہ کسی عربی کی
 خلافت جائز ہی نہیں اور خود کہہ چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں
 فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش ہی کے لیے ہوگی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں یہ ہر اسکاتھ
 ہدایمان اور وہ ہے اسکا اجماع صحابہ کرام پر ایقان۔ اور سرے سے یہ اشد سادہ ظلم
 قابل تماشا کہ وہ عصیت جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شدت منع فرمایا
 ہے وہ قریش بلکہ تمام عرب کے دعوہ و یا ادسیکو اہل مقصد و شارع اور خاص شرط خلافت
 ٹھہرانا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قتال تحت راہ عیب قہن
 غضب لعینہ اوید ہو لعینہ اوید لعینہ فقتل قتلا جاہلیہ و فخری خلیفہ امتی جو
 کسی اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے کہ عصیت (یعنی قومی حیثیت شیوہ جاہلیت) کیلئے
 غضب لڑے یا عصیت کی طرف بلائے یا عصیت کی مدد کرے اور مارا جائے تو ایسا کہ
 جیسے کوئی جاہلیت و زمانہ کفر و غفلت میں قتل کیا جائے وہ میری امت سے نہیں مروا ہمسلا
 عن ابیہم یرضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس منا من بعد ما لی
 عصیتہ و لیس منا من قاتل علی عصیتہ و لیس منا من مات علی عصیتہ ہمارے گروہ سے نہیں
 جو عصیت (قومی حیثیت) کی طرف بلائے ہم میں سے نہیں جو عصیت پر لڑے ہم سے نہیں جو
 عصیت پر مرے مروا ابو داؤد عن جابر بن عبد اللہ عن رسول اللہ تعالیٰ عنہ تو شارع صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے بغرض کو شارع کا مقصد و بنا ایسا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر انرا سے
 میباک و اجتر سے ناپاک ہو و العیاذ باللہ تعالیٰ۔ جب ایک مکی سفیت سے کہ صحابہ دائر

و خود ارشاد حضور رسیده عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب کو پیغمبر و مکر ایک منافع حدیث و خارق
 اجماع و محدث فی الدین کا دامن تھا سے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اعلیٰ العظیم (۲۱) محمد بن
 علی نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہ صراحتہ اجماع صحابہ کرام پر امام باقر علیہ السلام کو اسکا مخالف اور خارجی
 مذہب کا موافق لکھتا ہے اور اس نے کہا تو کس ایک شیئ سنیت کو تو امام سنت پر ایسے شیخ ازاد
 کہتے شرم چاہیے تھی (۲۲) عبارت نمبر ۳۱ اپنے سنی معلوم ہے یہ امام ابو بکر ابن الطیب
 کون ہیں وہی امام اہل امام سنت قاضی ابو بکر باقر علیہ السلام شرح اشغال القاضی ابن ہرود و هو
 مذہب القاضی ابو بکر محمد بن الطیب الباقلائی نسیم الریاض میں ہے کہ وہ قول
 القاضی ابی بکر محمد بن الطیب الباقلائی و فیات الاعیان میں ہے القاضی ابو بکر محمد
 بن الطیب المعروف بالباقر الباقلائی المتکلم المشہور توفی سنۃ ثلث و امر بعاشۃ
 ببغداد دیکھا کہ ان امام نے کیا ارشاد فرمایا۔ پھر سن لو۔ اہ کان کھول کر سنو امام ابن
 مالکی پھر الباری میں امام ابن حجر مستطانی شافعی کا یہی کلام ملا مسید مری زبیدی حنفی نے
 انعام السادة المتقین جلد دوم ص ۲۲۲ میں یوں نقل فرمایا قل اعجاز ابن حجر فی فتح
 الباری قال ابن اللیثی قال القاضی ابو بکر الباقلائی لریعہ المسلمون عن هذا القول
 بعد ثبوت الحدیث الامۃ من قولہ علی المسلمون بہ قونا بعد قہرنا والعقد الاجماع
 علی اعتبار ذلك قبل ان یقع الاختلاف یعنی امام ابن حجر نے شرح معجم بخدی میں
 فرمایا کہ امام ابن النبی نے فرمایا کہ امام قاضی ابو بکر باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ معمری کے اس قول کی
 طرف مسلمانوں نے التفات کیا بعد اسکے کہ حدیث کا ارشاد ثابت ہو گیا کہ خلفاء قریش
 ہی سے ہوں اور اس پر مسلمانوں کا ہر طبقہ میں عمل رہا اور ان اختلاف کرنے والوں کے
 وجود سے پہلے اس پر اجماع ہو گیا۔ الحمد للہ یہ ارشاد ہے امام ابو بکر باقر علیہ السلام کا جس نے اس
 مدخ کا سفید جھوٹ اور سیاہ چہرے ثابت کیا اور صحابہ و ائمہ السنۃ کو چھوڑ کر اسکا مخالف
 تقاضے والوں کا موطنہ کالا کیا و بعد احمد (۲۳) ایچہ سر یہاں سے فری علی تحویہ کلام

سے بہانہ
 کلام قاضی ابن حجر
 اور امام قاضی ابن حجر
 کا نام ہے کہ وہ
 کہتا ہے کہ
 کہ امام ابن حجر
 کہتا ہے کہ
 کہ امام ابن حجر
 کہتا ہے کہ

قاضی حیا خرمی مدظلہ زلی بھی بال ہونے لگی کہ ذکر امام کی ابتدا فرمائی امام قاضی حیا خرمی صدیقین اور امام
 ہاشمی قاضی ابو بکر باطلانی جو قاضی صدیقین وہ اجماع نقل فرما رہے ہیں و مثلاً (۲۴) اسکو بعد قریشی قریشی علی بن
 حنفیہ کی کتب میں کسی فضول بات نہیں ہے شافعیہ کی کتب میں ہے کہ الائمہ سے ہرسم کا امام مراد ہے کہ امام
 شافعی کے امام فی المذہب ہو سکتی تھی تاکہ ہو کہ وہ قریشی تھے۔ یہ شافعیہ نے کہیں نہ کہا کہ ہرسم کا امام مراد
 ہے نہ کوئی اور فی طالب علم کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ کی اہمیت بھی قریشی ہی میں علماء و سوا امام حسین
 ہو سکتا ہے اس سے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے ایک فضیلت ثابت کرنے میں دوسرا
 عالم غیر قریشی جب دین و علم میں امام شافعی کے برابر ہو تو دوسرا ہے قریشیت انکو ترجیح سے
 دیکھو فتح الباری کہ الاستدلال بالقدیم الشافعی لو من سواہ فی العلم والدين من غیر
 قریشی لان الشافعی قریشی (۲۵) بالفرض ایسا ہوتا تو اس فضول بات کا یہاں ذکر اور
 سے بہتر فضول جس سے مطلب ہو تو صرف اتنا کہ جاہل عوام سمجھیں کہ اصل مسئلہ خلافت
 قریشی ہی بعض شافعیہ کی فضولی ہے کتب حنفیہ اس سے پاک ہیں (۲۶) پھر کہا پھر بھی
 محققین ثنائیہ اسکو شرط اختیاری کہنے پر مجبور ہوئے یہ پھر بھی اسی قصہ تلبیس کی تائید
 ہے کہ نفس خلافت قریشی کو شافعیہ کی فضولی کہا کہ اسکو اختیار ہی کہا ہے پھر اس میں شافعیہ
 کی تخصیص ایک تلبیس اور نہیں بھی محققین کی قید دوسرا کہہ اور لفظ اختیاری سے جہل کو دھوکا
 دیکھیں کہ اختیاری کے معنی یہ سمجھ دینے کہ اپنی خوشی پر ہے چاہے خلیفہ میں ترتیب کا
 اختیار کریں یا نہیں یہ شافعیہ خواہ ادا کے محققین جس پر کہ صریح اختیاری کا ذہب ہے اور خود عقل و
 فہم سے بیگانہ و مجانب شرط وہ جسکے فوت سے مشروط فوت ہو اور اختیاری وہ جسپر
 توقف نہ ہو۔ اصل بات جسکی صورت بگاڑ کر یوں دھوکا دینا چاہیے ہے کہ ملک پر تسلط و طرح
 ہوتا ہے ایک ہے کہ اصل و عقد کسی جامع شرائط کو امام پسند کر کے اسکے ہاتھ پر بیعت
 کریں جیسے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تسلط بلا منازعت ہو جانا اسکی شرط نہیں نہ مندرج
 سے قتال و جدال اسکے منافی ہے جیسا کہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوئم

یہ کہ جسکی امامت اسطرح ہو چکی ہو وہ دوسرے کیلئے وصیت کرے جیسے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے۔ خلافت شریعہ انجمن دو دو چہرہ ہوتی ہر ایک ہر ایک پسند و اختیار سے ہر پہلی میں اختیار و انتخاب الہی حل و عقد ہر ایک دوسری میں اختیار و ارتضا کو خلیفہ سائق۔ ان دونوں میں قرشیت وغیرہ شرائط یقیناً ہیں نہ الہی حل و عقد کو جائز کہ کسی غیر قرشی کو خلیفہ کریں نہ خلیفہ کو حلال کہ غیر قرشی کو ولیعہد کریں تو خلافت شریعہ اختیاری ہے کہ اختیار پسند سے ناشی ہوتی ہے اور اوہیں قرشیت وغیرہ شرائط ضرور یہ لازم و ضروری ہیں نہ کہ اختیار اگر بزرگ کیجائیںکی خلافت شریعہ نہ ہوگی بلکہ قسم دوم تغلب کے حکم میں رہے گی وہ تسلط کی دوسری صورت ہے کہ کوئی شخص اپنی شوکت و سطوت سے ملک و بادشاہ بجالائے اگرچہ لوگ اس کے قہر و غلبہ کے سبب اس کے عقد پر بیعت بھی کریں یہ صورت اختیار کی مجبوری ہے اوہیں سلطان شرائط کا لحاظ کیا کر سکتے ہیں کہ نہ اس کے اختیار سے ہے نہ اس سے معزول کرنا اس کے قابو میں۔ یہاں اقامت عہد و اعیان و تزویج و جنازہ و ولایت مال و تولیت قضا وغیر ذلک امور مفوضہ خلیفہ میں اس کے ہاتھ کہ سب کام ہتھ ہو کر ہر ماہ شریعی میں اسکی اطاعت کرنی ہوگی اگرچہ قرشی نہ ہو بلکہ آزاد بھی نہ ہو۔ جیسا کہ غلام ہو کہ اہل عدت ہتھ جائز نہیں یہ نہ صرف شافعیہ بلکہ سب اہل مذاہب و فریقین ہاں اسے اتقا و شرط قرشیت سے علاوہ نہیں بہرہ وہوب اطاعت اور۔ اور اسکا خلیفہ شریعی ہو جانا اور۔ اطاعت ہوگی اور خلافت ہرگز نہ ہوگی۔ بلکہ متغلب ہوگا۔ انکے بعض علماء پارٹی کے خود ساختہ امام لے بھی دھوکا دیا ہے جو باتیں وہ نقل کرتا ہے جن میں متغلب کی اطاعت کا ذکر ہے اور انہیں اپنی طرف سے پھر لگاتا ہے کہ اسکی خلیفہ ماننا چاہیے بعض اہل علم ہی اور نہ سمجھتے ہیں کہ اطاعت میں خود انہیں تختیں شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ متغلب ہوگا نہ خلیفہ فتح الہاری سے گزرے کہ قریش کے سوا جو کوئی ہوگا متغلب ہوگا۔ اوہیں ہے ہذا کلامنا ہونہما یكون بطریق الاحتیاط و اما لو تغلب عہد بطریق الشوک فان طاعتہ بحسب اتحاد الفتنۃ ما لیس بمحصینہ یعنی یہ سب اس حالت میں ہے کہ کسی کو بطریق

اختیار امامت مہجائے اور اگر کوئی غلام اپنی شوکت سے زبردستی ملک دبا بیٹھے تو فتنہ بچھا۔
 کے لیے اطاعت ادنیٰ بھی واجب ہوگی جب تک گناہ کا حکم نہ ہے۔ دیکھو امامت کو اقتیادی
 کہا کہ اختیار و پسند سے ہونے کا شرط قریشیت کو اختیار ہی کہ چاہے رکھو یا نہ رکھو غیر قریشی کے منتخب
 کہا شرع مقامد میں ہر دو بالجملہ مبنی ملا کر فی باب الامامة علی الاختیار والاقتدار واما
 عند العجز والاضطرار واستیلاء الظلمة والاضطرار فقد صارت الریاست اللدنیة
 تغلبہ وبنیت علیہا الاحکام الدینیة المنوطة بالامام ضرورتہ ولم یعاب بعد العلم
 والعدالة وسائر الشرائط والضرورات تبیح المحظورات والوالله المشکک
 فی النامات یعنی وہ جو باب امامت میں مذکور ہوا اسکی بنا اختیار و قدرت ہے، اور جب
 حالت مجبوری و ناچار ہی ہو ظالم شریر لوگ تسلط پائیں تو اسوقت یہ دنیوی ریاست
 تغلب پر رہ جائیگی اور وہ دینی احکام کہ غلبہ سے متعلق ہیں مجبوری اس جی ریاست پر
 پر بنا کیے جائیں گے اور علم و عدالت وغیرہ شرائط نہ ہونیکا لحاظ نہ ہوگا۔ مجبور یا ناچار
 کو رو کر لیتی ہیں اور ان میں سے کسی سے فریاد ہے۔ آگے کھو لکر دیکھو کہ وہ محضین
 کیا فرما رہے ہیں اور کیونکر اسے تغلب اور دنیوی ریاست بتا رہے ہیں مگر دھوکا دینے والے
 فریب سے باز نہیں آتے تنبیہ یہاں کام جاہل سے پڑا، جنہیں علم کا ادعا ہے۔ کوئی جاہل اس
 مہارت شامی سے دھوکا نہ کر لے صیر اماما بالمباہتہ وباستخلاف امام مقبلہ وبالتغلب
 والقهر آگے مسایرہ سے ہے لو تعلم وجود العلم والعدالة لیسر تصدی
 للإمامة وكان فی صرفہ عنہا اثار فتنہ لا تطارح لہنا بالعقاد امامتہ ولا تکان
 مکر بیبی قصر او بیدم مصر کہ دیکھو جو زبردستی بادشاہ نجاتے اور اس کے جدا کر نہیں
 ناقابل برداشت فتنہ ہوا۔ اسے امام مانا۔ اسکی امامت کو منعقد جانا۔ اور ہی خلافت شرعی
 ہے۔ ماشاء محض دھوکا ہے۔ صاف تو تصدیق ہے کہ یہ تغلب ہے جو خلافت شرعی کی صورت ہے
 نیز فی فصل اس مہارت کے بعد ہے واذا تغلب آخر علی التغلب وقعد مکانہ العادل

الاول وصار الثاني اما ما اس متغلب پر دوسرا تغلب کر کے اسکی جگہ بیٹھ جائے تو پہلا مسعود
 ادب یہ دوسرا متغلب امام ہو جائیگا یہی اسکے ایک سطر بعد ہے لکن الثالث في الامام المتغلب
 نیز با آنکہ خود سلطنت ترک میں تھے صاف لکھ دیا کہ قد يكون بالتغلب وهو الواقف في سلاطين
 الزمان **مصرع الرحمن** وکھو با آنکہ سلاطین ترک کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی وہم بعض شرائط
 مثل ترشیت وغیرہ کے باعث تصزیح فرمادی کہ با وصف بیعت میں متغلب۔ **رحمن عز وجل** انھیں
 نصرت دے۔ میں کہتا ہوں آمین اللهم آمین۔ بلکہ بیان افلا امامت کا اطلاق عربی فقہاء میں وسیع
 تر ہے (دیکھو بدائع امام ملک العلما ابو بکر مسعود کا شافی قدم سرہ بیان موادعت و صلح)
 لاجرم بیان امامت محض یعنی سلطنت پر خواد بھیجہ جائزہ عادلہ ہو یا ظالمہ غاصبہ باطلہ کہ بعضے
 خلافت شرعیہ اگر چہ اپنے محل میں وہ بھی مراد ہوتی ہے جیسے حدیث الائمة من قریش میں اسکی
 نظیر لفظ امیر ہے کہ ہرگز خلیفہ کے ساتھ خاص نہیں مالی شہر و سردار حجاج کو بھی کہتے ہیں مگر
 از امراء من قریش میں قطعاً خلفاء ہی مراد تھے امامت متغلب محبت خلافت بالای طاق۔
 علم اتباع بھی نہیں لائی ہاں تک اشارت فتنہ یا ضرر و تاؤ کی نہ ہو جسکا بیان مقدمہ میں گزرا
 حیث اوپر جو مسلمان کہلا کر امر دینی میں مشرک کے پس رو بنے وہ اسے اپنا رہنا بنا ہیں
 وقد امروا ان يلقوا به ويرجوا الشيطان يضلهم ضللا بعيدا وہ کیا خوف نہیں
 کہتے کہ روز قیامت انھیں کے گروہ میں محشور ہوں جنکو قرآن عظیم نے فرمایا قاتلوا ائمة
 الکفر کفر کے اماموں سے لڑو اور فرمایا جعلنہم ائمة يدعون الی النار ہم لے انھیں
 ایسے امام کیا کہ دوزخ کی طرف بلا تے ہیں قال الله تعالى يومئذ هو کل الناس اماما صمد
 جس دن ہم ہرگز وہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں یعنی جسکو انھوں نے امر دین میں رہنا
 بنا یا اور اسکے پس رو ہوئے اگرچہ مشرک ہو کہ اسکے تفصیل میں دونوں ہی قسموں کا بیان فرمایا ہے
 ضروری کتبہ بمیدانہ جکا نامہ اعمال دہنے اتہ میں دیا گیا اورین کان فہذہ می
 جو بیان ماہ حق سے اندھے تھے نسأل الله العفو والعاقبة (۲۷) ہرگز نہیں

اور حنفیہ کی کتب سے تو استنبالی ہونا اور ہاب عقل پر پوشیدہ نہیں یہ حنفیہ اور انکی کتب پر سلت
 شیعہ ائمہ و فطیح ہوا سقدہ عبارات کہ یہاں گزرین انھیں میں عقائد حنفیہ الہی بن والانس نعم الملک
 والدین عمر نسفی اتحات علامہ سید مرتضی زبیدی مسایرہ محقق علی الاطلاق کمال اللہ والدین
 تعالیق علامہ قاسم بن قطلوبغا شرح مواقف علامہ سید شریف فتح الروض علی قاری طریقہ
 محمدیہ امام برکوی حدیقہ ندیہ سیدی عارف باسید عبد الغنی نابسی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ قاری
 عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری امام منی شرح مشکوٰۃ سید جرجانی اشعۃ اللمعات شیخ محقق
 عبد الحق محدث دہلوی فتاوی سراجیہ علامہ سراج الدین اشباہ والنظار محقق زین بن حکیم
 فتح اشعۃ المسبین سید الہری غمزا العیون علامہ سید حموی در مختارہ فتح علالی حصکفی حاشیہ
 علامہ سید احمد طحاوی رد المحتار علامہ سید ابن عابدین شامی تمہید امام ابو الشاکر سامی
 مجمع البحار علامہ طاہر قسبی شرح فقہا کبر بحر العلوم وغیر ہم حنفیہ کرام کی کتب عبارتوں سے
 زائد مذکور ہوئیں اور خود حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کا خاص نص شریف
 گزرا گیا اب بھی تحریر فرنگی علی کے کتب و انھوں کو مولم پر کچھ پردہ رہا (۲۸) پھر کہا لفظ
 یعنی عقائد نسفی کی دونوں احتمال رکھتی ہے عقائد شریفہ کی عبارت یہ ہے کہ ان یکو حق الاما
 ظاہر الا مختلفیا ولا منتظرا و یکون من قریش ولا یجوز من غیرہم قطع نظر اس سے کہ
 اگر لفظ نسفی اصلا متصل و محب نہ ہوتا مگر استنباب میں مفسر ہوتا جب ہی یہاں جمع تھا
 سا تراجم کی تصریحات قاہرہ اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ظاہرہ قرینہ قاطعہ ہوتا کہ یکون
 پر معطوف نہیں بلکہ نسفی پر یہاں نفس عبارت میں ملیم صان فرما رہی ہیں کہ لا یجوز من غیرہم
 غیر قریش سے ظہیر ہونا ہائز ہی نہیں پھر دونوں احتمال بتانا کس درجہ آفتاب کو جھٹلانا ہی
 افسوس کہ اتنے فاصلہ سے لفظ نسفی دکھائی دیا اور بلا فضل ملا ہوا لا یجوز من غیرہم
 نظر نہ آیا (۲۹) ایسا ہی ظلم ایک اور تحریر فرنگی علی نے عبارت شرح سوالعندہ دوسرا
 کہ اس میں لکھ دیا کہ لامتناہی یصعبوا فاقہا است کو اختیار ہے کہ میں یہ سطور میں نہوں

لو سے خلیفہ کرو سے اناللہ وانا الیہ راجعون ۵ انھوں نے ابتدا زمین مختلف فیہ شریعتین بیان
 کیں اصول و فروع میں مجتہد ہونا امور جنگ میں ذی راعی ہونا شجاع ہونا انکی نسبت فرمایا
 کہ جنہیں یہ شرطیں نہوں امت او سے بھی خلیفہ کر سکتی ہر اسکے بعد شرط قرشیت لکھی اور او سے
 فرمایا یہ شرط یقینی قطعی ہے اور السنہ کا نہ بہت اس میں مخالف خارجی موعوبی ہیں۔ اول
 اختلافی شرائط پر جو او پر کہا تھا او سے یہاں لگالینا کس درجہ صریح تحریف کلام و اغوا سے
 عوام ہے اسکی نظیر ہی ہے کہ عالم فرمائے نماز کی شرطیں نجاست حقیقت سے جسم و ثوب و مکان کی
 طہارت ہے کہ یہ شرطیں بعض وقت ساقط بھی ہو جاتی ہیں اور اسکی شرط قطعی یقینی نجاست
 عکبہ سے طہارت ہے کہ وضو غسل تیمم سے حامل ہوتی ہے اسپر کوئی فرنگی محل صاحب توی دین
 کہ بعض اوقات بے وضو اور بحال جنابت بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے کہ عالم نے فرمایا ہے کہ یہ شرطیں
 بعض وقت ساقط بھی ہو جاتی ہیں عالم نے کن شرطوں کو فرمایا تھا اور انھوں نے کس میں لگا
 لیتا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مسلمانوں! دیکھا دین و سنت و مذہب و ملت پر کیا ظلم جوتے جاتے ہیں اور پھر پیران
 شریعت کو آنکھیں دکھاتے ہیں مگر یہ کہ مجبور ہیں باطل کی تائید باطل ہی سے ہوتی ہے
 ورنہ وما یدعی الباطل وما یریدہ محققین السنہ پر افتراء امام سنت علیہ الرحمہ پر افتراء ضافیہ
 پر افتراء حنفیہ پر افتراء و اضطحات سے عناد تحریف سے استمداد ائمہ کی تکذیب السنہ کی تخریب
 اجماع صحابہ سے برکنار اجماع امت سے برسر پیکار اور پھر یہ سب کس لیے محض بلا و جہ
 محض پیکار جسکا بیان او پر گزرا اور ابھی خود مخالف کے اقرار سے سینے کا ولا حول ولا
 قوۃ الا باللہ العلی العظیم (۴۰) یہ سب کچھ لکھ کر خاتمہ اسپر کیا کہ باوجود بحث طلب نیلے

میں کبھی اس شرط قرشیت سے انکار نہیں کیا جو ضرور غلطی ہمدوسے من۔ او سپر
 اجماع ثابت نہیں۔ حدیث سے دلیل نہیں۔ محققین السنہ کو نامقبول امام سنت کو یکسر اول
 مدول محققین غناغیرہ کے نزدیک اختیاری۔ کتب حنفیہ سے محض استنباطی۔ اور کیا انکار

بیت کے سرپرست ہوتے ہیں (۳۱) الحمد للہ کہ آپ کو شرط قرشیت سے انکار
 نہ تو ضرور آپ کے نزدیک غیر قرشی خلیفہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہاتھ معلوم کہ ہمارے ترک
 الی قرشی نہیں تو آپ کے نزدیک سلطان ترکی ایہ اللہ تعالیٰ خلیفۃ المسلمین نہیں خلافت
 الی تو فنا کی گو وہ میں لیں مگر سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تو شرط خلافت پر نہ اجماع ذہن
 حقیقہ نہ مقبول اہلسنت پھر زبردستی اس سے مانکر خلافت ترک بنا کر کے آپ
 کے خیر خواہ ہونے پر آپ کے برخواہ۔ ان قومی لیڈروں کے حواس کدھو گئے ہیں
 تنے بڑے منکر خلافت کو حامی خلافت سمجھ رہے ہیں اور خواب آپ کے بڑے لیڈر مسٹر
 اودوہلی میں ۱۶ جنوری ۱۹۷۶ء کو خلافت دہلی میں کے جلسہ خیر مقدم میں صاف کہہ
 رہے ہیں کہ اگر یہ نماز کا پابند ہو روزے رکھتا ہو لیکن اگر خلافت سے منکر ہو تو دائرہ اسلام
 سے خارج ہے، یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہو کر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا دوسرے
 ایوانی خطبہ صدارت خلافت کالفرنس منعقدہ ستمبر ۱۹۷۶ء میں ہے اگر کوئی مسلمان مسئلہ
 خلافت کی امداد سے گریز اور اس میں جھپسی لینے سے احتراز نہ کرے تو مجھے اسے کافر کہنے
 میں کسی قسم کا کوئی پس و پیش نہ ہو گا اب دیکھیے یہ آزاد والی تفسیر یہ بدایونی جنگی تقریر آپ کو
 ہی اسلام سے آزاد و کفر کا پابند کرتی ہے یا آپ آزادوں کے مستثنیات عامہ میں ہیں وہ قانون
 و کفر کے لوگوں کے لیے ہے (۳۲) پھر کہا بلکہ ہم نے تو کسی موقع پر بھی خصوصیت
 نہ نیت رسول کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔ وجوہاً اولیاً اولیاً اولیاً مذہب و دافض سے بھی بڑھکر
 وہ بھی صرف باشمیت شرط کہتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت سے انکار
 میں اپنے جزئیت شرط کر کے مولیٰ علی کی خلافت بھی کر دی اور بر تقدیر دوم اسے مجتہد
 یا علاقہ ہوا کیا قرشیت بھی صرف مرتباً ولایت میں ہے تو یہ کبھی معتزلی کا مذہب ہوا اور اسکا
 جو ابھی آپ کو کہا تھا کہ میں نے کبھی اس شرط قرشیت سے انکار نہ کیا یا قرشیت واجب ہے
 اپنی پارٹی سے اپنا حکم پوچھیے وہ دیکھیے مسٹر آزاد ہالیوں کفر کا فتویٰ لگا چکے بہر حال

مع اخبار بیت
 ۲۰ جولائی ۱۹۷۱
 جلد ۵ صفحہ ۱۱
 جلد ۶ صفحہ ۱۱
 جلد ۷ صفحہ ۱۱
 جلد ۸ صفحہ ۱۱
 جلد ۹ صفحہ ۱۱
 جلد ۱۰ صفحہ ۱۱
 جلد ۱۱ صفحہ ۱۱
 جلد ۱۲ صفحہ ۱۱
 جلد ۱۳ صفحہ ۱۱
 جلد ۱۴ صفحہ ۱۱
 جلد ۱۵ صفحہ ۱۱
 جلد ۱۶ صفحہ ۱۱
 جلد ۱۷ صفحہ ۱۱
 جلد ۱۸ صفحہ ۱۱
 جلد ۱۹ صفحہ ۱۱
 جلد ۲۰ صفحہ ۱۱
 جلد ۲۱ صفحہ ۱۱
 جلد ۲۲ صفحہ ۱۱
 جلد ۲۳ صفحہ ۱۱
 جلد ۲۴ صفحہ ۱۱
 جلد ۲۵ صفحہ ۱۱
 جلد ۲۶ صفحہ ۱۱
 جلد ۲۷ صفحہ ۱۱
 جلد ۲۸ صفحہ ۱۱
 جلد ۲۹ صفحہ ۱۱
 جلد ۳۰ صفحہ ۱۱
 جلد ۳۱ صفحہ ۱۱
 جلد ۳۲ صفحہ ۱۱
 جلد ۳۳ صفحہ ۱۱
 جلد ۳۴ صفحہ ۱۱
 جلد ۳۵ صفحہ ۱۱
 جلد ۳۶ صفحہ ۱۱
 جلد ۳۷ صفحہ ۱۱
 جلد ۳۸ صفحہ ۱۱
 جلد ۳۹ صفحہ ۱۱
 جلد ۴۰ صفحہ ۱۱
 جلد ۴۱ صفحہ ۱۱
 جلد ۴۲ صفحہ ۱۱
 جلد ۴۳ صفحہ ۱۱
 جلد ۴۴ صفحہ ۱۱
 جلد ۴۵ صفحہ ۱۱
 جلد ۴۶ صفحہ ۱۱
 جلد ۴۷ صفحہ ۱۱
 جلد ۴۸ صفحہ ۱۱
 جلد ۴۹ صفحہ ۱۱
 جلد ۵۰ صفحہ ۱۱

اس بلکہ نے کیا فائدہ دیا (۳۳) پھر کہا یہاں خلافت فی القرون میں بحث نہیں بنان لیلیٰ مسلم
 پر بغاوت کا مسئلہ ہے قرینیت غلیفہ کہا اور خلافت فی القرون کی بحث نہ آئی کچھ بھی بھکر
 فرمائی (۳۴) بغاوت خلافت اگر خانی اصطلاح میں ہیں تو اون سے کام نہیں اور اگر معانی شریعہ
 مراد ہیں تو کیا آپ اس ارشاد ائمہ کا مطلب بتا سکتے جو اونھوں نے صد سال سے سلاطین
 کی نسبت لکھا وہ جو فصول حاوی دور ممتدی شرح مسمیٰ تہذیب تلامسی و جامع التصور لہذا و
 علی الدر المختار وغیرہ میں ہے کہ هذا کان فرما فہم واما فرما مذاقنا لہذا لہذا لہذا لان النکل
 یطلبون اللہ نیا فلا یدری العادل من العاغی یعنی یہ امتیاز کہ فلان عادل ہے اور دوسرا باغی
 زمانہ سائق میں تھا ہمارے وقت میں غلبہ کا حکم ہے اس لیے کہ سب دنیا طلب میں تو عادل و باغی
 کا امتیاز نہیں (۳۵) آغاز میں کہا اہلسنت مسلم متغلب یعنی قاعدہ الشریعہ کی اطاعت کو فرض
 اور امامت کو درست مانتے ہیں امامت سے اگر خلافت مراد جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو قطعاً مردود
 جس کا روشن بیان گزرا اور اگر سلطنت مقصود تو حق ہے مگر گزارش یہ ہے کہ جب مسئلہ یوں تھا
 اور بیشک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب تو کیا ضرورت تھی کہ خواہی غلبہ
 مسئلہ خلافت چھیڑا جائے اجماع صحابہ و امت او کھڑا جائے مذہب اہلسنت و جماعت اچھل
 جائے۔ سلطان اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہ اسلام کی امانت بقدر قدرت کیا واجب تھی
 ظاہر اس شق مسلمین و رد اجماع صحابہ و ائمہ دین و مخالفت مذہب اہلسنت و جماعت
 و موافقت خوارج وغیرہم اہل ضلالت میں تین فائدے سوچے اولاً درپردہ حمایت ترکوں
 سے مخالفت جس پر باعث و نایبہ و دیوبندیہ سے یارانہ و موافقت۔ وہابی و دیوبندی
 ترکوں کو ابوہل کے برابر مشرک جانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یوں مانتے ہیں انطا
 ول میں اون کے چکے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن اس لیے اون کی حمایت اور امانت
 سے اونھالی جس میں مخالفت پیدا ہو مانی اپنے محسودین اہلسنت سے ہمارے نکالنا
 معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے نہ خود نہ وہ۔ خالی بیخ پکار کا نام حمایت رکھنا ہے۔ اہل محل

دین اول تو غوغا سے بے فکر کو خود ہی جھٹ جائے صرف تو بہ الی اللہ پر قابو رہیں گے اور اگر
 شاید شرکت چاہیں تو انھیں مذہب اہلسنت ہر شے سے زیادہ عزیز ہو کر مذہب ہی ان کے
 نزدیک چیز ہو کر ایسے لفظ کی پلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنت ہو وہ شرکت کرنے
 ہوں تو ہوں۔ اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھیے انھیں مسلمانوں سے ہمہ روی نہیں یہ تو مسلمان
 نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیت و عاہدیت کو بچھین
 مالک ترکون کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے اصل مقصود بغض الی ہندو سوراج کی چھٹی ہے
 بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے بھاری بھر کم خلافت کا نام لے عوام بھرن
 چندہ دے اور گنگا و جمن کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے گا اور پس رو مشرکان
 بزم نرسی بہ کین رہ کہ تو مہروی بگنگ و جمن مت با نسال اللہ العفو والعاقبتہ ترکی سلیمان
 اسلام پر تہین ہوں وہ خود اہلسنت تھے اور میں مخالفت مذہب انھیں کیونکر گورا ہوتی
 اور انھوں نے خود خلافت شریعہ کا دعویٰ تو کیا اپنے آپ کو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلایا اہل
 بحال مذہب کی برکت نے انھیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المؤمنین و خلیفۃ المسلمین سے
 دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین۔ کہا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب و
 اجماع اہلسنت پاؤں کی نیچے نہ پگھلا لے تو ذبا للہ مع الایضاتہ والصلوات والسلام علی
 مصطفیٰ والارواح الطیبہ

فصل سوم

رسالہ خلافت میں شراب الکلام آدا کی طبیعت و ہدیانا کی متکذاری

یہ ۳۵ رقم کا خطبہ صدارت فرنگی ملی کی ہے اسطری تحریر پر سلم برداشتہ تھے اب بعد ازاں
 چار حرف ان کے بڑے آدا لیڈر صاحب کی تحریر پر بھی گزارش ہوں و باللہ العاقبتہ فیق۔

اور سلسلہ شمار وہی رہے کہ بعض میں بعض یہاں کلام چند مبحث پر ہے مبحث اول میسٹر کا قیاسی دھکوسلے سے دین کو روکنا

(۳) میسٹر آزاد نے بڑا دور سپروایا ہے کہ اسلام تو قومی امتیاز کے اٹھانیکو آیا ہے پھر وہ خلافت کو قریش کیلئے کسی خاص کر سکتا ہے اعتراض میسٹر آزاد کا طبع ازہن خارجی خیشوں سے لیکھا لڈک قال الذین من قبلہم مثل قولہم تشابہت قلوبہم یومئذ انما اظہون انہم لے نہیں کسی کہی تھی انکا اول ایک سہین خارجیوں سے ہی اعتراض کیا تھا جسکا اہلسنت نے روکیا مقاصد میں ہے لیشترط کونہ قرشیا وخالفت الخوامرج لانیلا عبدة بالنسب فہم صاحب المملک والذین ورد بان لشرف الانساب اثرانی جمیع الامراء و بذل الطاعة ولا اشرف من قریش سبھا وقد ظہر منہم خیر الانبیاء امام کا قریشی ہونا شرط ہے اور خارجیوں اس میں خلاف کیا اس دلیل سے کہ مصباح سلطنت و دین میں نسب کا کچھ اعتبار نہیں۔ اہلسنت نے اسکا روکیا کہ ضرور شرف نسب کو اس میں اثر ہے کہ رہا یا کی رائیں اوسپر اتفاق کریں اور اول خوشی سے اوسکے مطیع ہوں۔ اور قریش کے برابر کوئی شریف نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ افضل الانبیاء صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں میں سے ظہور فرمایا شرح مقاصد میں ہے ولہذا شام فی الاعصار ان یكون المملک فرقیلاً محصورة حتی یری الانتقال عنہ من الخطوب العظيمة والاتفاقات ولا الیوبد للک من قریش الذین ہم اشرف الناس سبھا وقد اقتصر علیہم خیر الرسالہ والتشریت منہم الشریعة الباقیة الیوم القیمة اسی اعتبار نسب کے سبب تمام زمانوں میں شائع رہا کہ سلطنت ایک خاص قبیلے میں ہو یا تک کہ اوس سے دوسرے قبیلے کی طرف انتقال سلطنت کو سخت کام اور عجیب اتفاق سمجھا جاتا ہے اور قریش سے نمانہ اسکا لائق کوئی نہیں کہ وہ تمام جہان سے زیادہ شریف ہیں خصوصاً اب کہ انھیں پر رسالت ختم ہوئی اور انھیں سے وہ شریعت پھیلی کہ قیامت تک رہیگی کتاب مبارک اداؤد الاوب لفاضل النسب مطالعہ ہو کس قدر احادیث کثیرہ نے کہاں کہاں فضیلت نسب کا اعتبار

فرمایا ہے۔ اور نکاح میں شرعاً اعتبار کفارت سے تو عالم بننے والے حال بھی ناواقف نہ ہونگے جس سے تمام کتب فقہ گونج رہی ہیں اور آہ اس میں خود احادیث وارد۔ آیات و احادیث اس سے منع فرماتی ہیں کہ کوئی علم و تقویٰ و فضائل دینیہ کو بھولے اور خالی شرف نسب پر تقاضا کرے (۳۷) مسٹر نے احادیث الاثنتہ من قریش و لا یزال هذا الامر فی قریش سے تو یوں جان بچائی کہ یہ کوئی حکم نبوی نہیں کہ احکام میں فضیلت نسب کا اعتبار ٹھہرے بلکہ نری پیشگوئی ہیں جس کا رد بعودہ تعالیٰ ابھی آتا ہے مگر اس حدیث جلیلہ کا کیا علاج کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قدموا قریشا ولا تقدموها قریش کو مقدم رکھو اور اون پر تقدم نہ کرو۔ یہ حدیث چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے بزار نے امیر المؤمنین مولیٰ علی اور ابن عدی نے ابو ہریرہ اور ابو نعیم و طی نے انس بن مالک اور بیہقی نے جریر بن مطعم اور طبرانی نے عبد اللہ بن حنظلہ نیز عبد اللہ بن سائب سے روایت کی

رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابھین نیز مرسل ابو بکر بن سلیم بن ابی حمزہ و مرسل ابن شہاب زہری سے آئی یہ تو صریح امر وہی ہے اسے تو مسٹر خبر نہیں بنا سکتے ایمین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسا صریح حال فرما رہے ہیں کہ قریش ہی کو مقدم کرنا قریش سے آگے قدم نہ دھڑابا تو مسٹر ضرور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طعن کریں گے کہ اسلام کا داعی تمام دنیا کو تو قومی و ملی امتیازات کی غلامی سے نجات دلانا چاہتا مساوات عام کی بطور بات

لیکن (نعوذ باللہ) خود اتنا خود غرض ہو کہ (تقدیم و ترجیح) صرف اپنے ہی ملک بلکہ ہمیں اپنے ہی وطن۔ وطن ہمیں خاص اپنے قبیلے۔ قبیلہ ہمیں صرف اپنے ہی خاندان کیلئے مخصوص کر دے۔ ساری دنیا سے کے تمھارے سارے ہمارے ہو کر حق جوئے میں سچا حق صرف عمل و اہمیت کا ہے لیکن خود اپنے لیے یہ کہ جائے کہ مکمل نہ اہمیت صرف قوم صرف نسل صرف خاندان اپنی طعن بھری عبارت سے صرف لفظ خلافت کو لفظ تقدیم

و ترجیح سے بدل لیجئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اپنے وطن کی یہ
شدید بوچھاڑ ملاحظہ کیجئے بلکہ اس تبدیلی کی بھی حاجت نہیں خلافت خود اعلیٰ تقدیرات
سے ہے (۳۸) تھیں قریش کو تھیسس ملک پھر اس سے بھی تنگ تر تھیں وطن
کھڑا کسی جہالت پر نہ قریش کسی ملک و وطن کا نام نہ اونکے لیے لڑنا کوئی خاص مقام
ع شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست ۴ (۳۹) قریش کو قبیلہ سے بھی تنگ تر صرف خاندان
کھڑا دوسری جہالت ہو کیا رافضیہ کے مذہب کی طرف گئے کہ خلافت بنی ہاشم سے خاص ہے
(۴۰) نہ عمل نہ اہلیت صرف خاندان کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ
و اہلسنت پر افترا ہے کہنے کہا ہے کہ خلافت کیلئے صرف قریشی ہونا اور کارہا اگر چہ نااہل
محض ہو۔ قریشیت کیساتھ اہلیت کی شرط بھی بالاجماع ہے یہ گمان بد کہ کیسبوقت تمام جہا
ن میں سب سادات عظام سب قریش کرام نالائق نااہل ہو جائیں دسوسہ اہلسنت کے پاس
کبھی نہ ہو گا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سارے جگر پارے ناقابل نالائق رہ جائیں
صرف ایرا غیر اہلیت کا پھندا لٹکائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرما چکے
کہ دنیا میں جب تک دو آدمی ہیں رہیں گے خلافت کا استحقاق صرف قریشی کو ہو گا تو قطعاً قیامت تک
کوئی نہ کوئی قریشی اسکا اہل ضرور رہیگا و لہذا بعض فقہائے شافعیہ وغیر ہم نے جب یہ صورت
باطلہ فرض کی تحقیقین نے تصریح فرمادی کہ یہ صرف فرضی، کردار کبھی نہ ہو گی۔ شرح بخاری للفاظظ
میں ہر قائلوا انما فرض الفقہاء ذلك على عادۃ لہم فی ذکر ما یمكن ان یقع عقلا وان کان لا
یقع عادة او شرعا یعنی علمائے فرمایا ان فقہائے نے یہ صورت اپنی اوس عادت پر فرض کی
کہ ایسی بات بھی ذکر کرتے ہیں جو صرف امکان عقلی رکھتی ہو عادت یا شرعاً کبھی واقع نہ ہو۔
خصوصاً حدیث کو پیشگوئی مان کر تو اسکے خلاف کا او ما جہل صریح بلکہ ضلال کیجئے ہے۔

ان قال لما حفظ قلت والذي حمل قول هذا القول عليه انه فهم منه دای من قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لا یزال هذا الامر فی قریش) الخیر المحض خیر لصادق لا یتخلف امام من سئل عن الامر فلا یتخلف امر هذا
التاریخ اھروکتبت علیہ اقول بل یحتمل ان الیہ فانه لو صح شرعاً وعادۃ ان تكون (ما شیء برصتہ

(۴۱) مسٹر نے کہا غیر بات کتنی ہی عجیب ہوئی لیکن ہم اور کہہ لیتے اگر قرآن و سنت نے واقعی بٹھرائی ہوتی ہمارے نزدیک کسی اسلامی اعتقاد کی صحت کا معیار صرف یہ ہر محکمہ کتاب و سنت سے بطریق صحیح ثابت ہونا کہ عقلاً نیک اور اک۔ استصحاب کی بنیاد ہمارا قیاسی استبعاد نہیں ہیں ہر کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں تاکہ تدریجاً بیان تو کچھ اسلامی جائز میں ہر گویا آزادی سے بالکل جدا ہیں۔ ہم نصوص متواترہ و اجماع صحابہ و اجماع امت سے ثابت کہیں کہ خلافت قریش ہی سے خاص ہے اب تو وہ اپنا استبعاد کہ بھلا اسلام کہیں خصوصیت نسل مان سکتا جسکو خود کہہ رہے ہو کہ تمھارا ذرا عقلی قیاسی ڈھکھک سلا ہی واپس لیجیے اور اجماع امت و ارشادات حضرت رسالت علیہ افضل الصلوات و التحمیر پر ایمان لائیے۔

بحث دوم۔ روایات نبوی میں مسٹر کی سو کو شش

(۴۲) بزور زبان بڑا زور اسپر دیا ہر منہ کہ خلافت قریش کی نسبت جسقدر روایات ہیں سب پیشگوئی و خبر ہیں کہ قریشی تکلف ہونگے و کہ حکم کہ قریشی ہی خلیفہ ہوں شرح عقائد نسفی و قواعد العقائد امام محمد اسلام و آثار سید زبیدی و مسامرہ شرح مسامرہ و تہلیقات علامہ قاسم و طوابع الانوار علامہ بیضاوی و مواقف علامہ قاضی عصمتہ و شرح مواقف علامہ سید شریف و مقاصد و شرح مقاصد و شرح صحیح مسلم للامام النووی و ارشاد الساری و مرقاۃ قاری و شرح صحیح مسلم للقرطبی و ابن المنیر و عمدة القاری امام عینی و فتح الباری امام عسقلانی و شرح مشکوٰۃ علامہ طیبی و شرح مشکوٰۃ علامہ سید شریف امام اہل ابوبکر باقلانی و اشعۃ اللمعات شیخ محض و غرر العیون سید حموی و حاشیۃ اللہ للشیخ الطحاوی و التفسیر ابن عابد بن دکوانکب

بقیہ حاشیہ ۶۶ الفزیش لوشی من الان مننتہ ساقطین من اہلیۃ ائمتہ کما زعمہ بعض بسطلج ما ننا وقد
 ارسل اللہ تعالیٰ وحیہ و سنہ از لا یجعل ائمتہ ابدالاً فی قریشیہ دون ذلک و فحالی الزمان امر
 باستیۃ اکثر الادل و هو محال فوالا امری اننا وبل فہی ای من مر الظاہر انما هو استباط امر فہی
 منطوق الحدیث فانہ ۱۲

کرمانی و مجمع البحار و شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہا کی جہاد کثیرہ کا بھی گورنرین اس مہملہ کے رہنے
 بس میں مسٹر آزاد اگرچہ اپوزیشن میں تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اسے جانتے ہیں
 ان کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے منسوب قطعی ماننے میں اور سلطان کا ہم
 محض دکھاوا ہے تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانیہ کا دعویٰ ہے دیکھو رسالہ خلافت کا
 اخیر مضمون امجدون اهد کو سبیل الرشاد میرے پیر و چاچاؤ میں نہیں ماہ حق کی ہدایت
 کرونگا جس کا بیان بعونہ تعالیٰ بحث اخیر میں آتا ہے مگر انھوں نے مسلمانوں میں اب بھی لاکھوں
 ارشادات ائمہ کے مقابل ایسے نشے کی ہالاخانوں امنگوں شیطانی کی ایسی ترنگوں کو
 ہاوشتر سے زیادہ نہیں جانتے (۳۴ تا ۵۰) اشد ظلم حدیث صحیحین (جزال هذا الاصرافی
 قریش پر ہے اس میں لفظ وہ لیے جو صحیح بخاری میں واقع ہوئے مابقی منہم اثنان اور کہہ یا
 ۶۳ اس سے ہمارے بیان کی مزید تصدیق ہو گئی حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئی کا ہے اگر
 اس کا یہ مطلب قرار دیا جائے کہ جب تک دو انسان بھی قریش میں بن خلافت اور نبین کے قبضہ
 میں رہیں تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ ہزاروں قرشی موجود رہے اور خلافت قریش سے
 نکل گئی پس ضرور ہے کہ مابقی منہم اثنان کے منطوق پر مفہوم کو ترجیح دیا جائے اور وہ ایسی ہے
 کہ اگر قریش میں دو بھی خلافت کے اہل ہو گئے تو کبھی خلافت سے یہ خاندان محروم نہ ہو گا مگر
 جب دو بھی اہل نہ ہوں تو مشیت الہی قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسرے کو اس کام پر مامور
 فرمادگی اور قریش خلافت سے محروم ہو جائیگا چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا جب دو
 قریش بھی دنیا میں حکمرانی کے اہل نہ رہے خلافت نے معا صفہ اولٹ دیا اور ایک مسلم غیر عربی وغیر
 قرشی خلافت کا دور شروع ہو گیا۔ اور کمال جسارت و بیباکی یہ کہ نام صحیح مسلم کا بھی لیا اور کہا
 صلا عمدہ طریق وہ ہیں جو بخاری نے اختیار کیے ہیں لیکن کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی
 نہیں جس سے ثابت ہو کہ مقصود وہ نہیں کوئی تھا تشریح و امر تھا الحق شوخ چشمی ہو تو اتنی تو
 ہو اولاً مسلم نے یہ حدیث خود انہیں استاذ بخاری احمد بن عبد اللہ یونس سے جس نے بخاری نے

نے کسی یون سعایت کی لایزال ہذا الامر قریش مالق من الناس اثنان ہمیشہ خلافت قریش
 ہی میں ہوگی جب تک دنیا میں دو آدمی باقی رہیں اسطرح اسمعیلی نے مستخرج میں روایت
 کی مالق فی الناس اثنان جب تک آدمیوں میں دو بھی رہیں۔ یہ روایتین روایت بخاری کی
 مفسرین کہ منہم سے مراد من الناس ہے لاجرم مرقاة علی قاری میں اسکی ہی تفسیر کر دی
 منہم ای من الناس (اثنان) جب تک اونہیں سے یعنی آدمیوں میں سے دو بھی رہیں و لہذا
 امام اہل ابو زکریا نووی نے اولاً مسلم کی روایتین ذکر کیں پھر فرمایا و فی روایت البخاری
 مالق منہم اثنان ہذا الاحادیث و اشباہها دلیل ظاہر ان الخلافة مختصہ
 لقریش لا یجوز عقدھا لاحد من غیرہم بخاری کی روایت میں ہے جب تک اون میں سے
 دو آدمی باقی رہیں یہ اور انکی مثل حدیثین صریح دلیل ہیں کہ خلافت خاص قریش کیلئے ہے
 کوئی غیر قریشی خلیفہ نہیں کیا جاسکتا حدیث کا یہی مفاد امام قسطلانی نے خود شرح روایت
 بخاری میں لکھا امام عبید بن امام ابن حجر نے شروع بخاری میں اس حدیث کی شرح میں امام قرطبی
 کا قول نقل کیا اور مقرر رکھا کہ اولاً یفقد الامامة اللبوی الا لقرشی ما وجد احد منہم
 یعنی مراد حدیث یہ ہے کہ جب تک ایک قریشی ہی دنیا میں رہے وہ سرے کے لیے امامت کبریٰ
 ہو ہی نہیں سکتی دیکھو اس روایت بخاری سے بھی ائمہ نے وہی مطلب سمجھا کہ روایت مسلم
 میں تھا شاید اگر تفسیر نما نو تعارض جانو تو متعدد کی روایت کیوں نہ ارجح ہو اور نہ سہی معارض
 تو ہوگی تو تمہاری سند کہ منہم ہے ثابت نہ ہوگی مالک کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیئر
 اور حدیث و فقہ کا سمجھنا اور وہ من کا ترجمہ سزاوردانی کا ترجمہ تک کر لیے کہ نہیں آتا اگر ضمیر قریش
 کیسٹر ہوتی تو اثنان کی جگہ احد فرمایا جاتا یعنی جب تک ایک قریشی ہی رہے جسطرح ابھی امام
 قرطبی و امام عینی و امام قسطلانی کے مفسرین کے اسکی تاویل آپ حسب مادت کہ قرآن مجید
 میں اپنی طرف سے اخصانے کر لیتے ہیں حدیث میں یہ پھر بر طبعائے کہ یعنی جب تک کہ
 ایک قریشی خلافت کا اہل ہے وہ کی ہر وقت فرما کی جاتی کیا خلیفہ رکوت میں بھی ہو سکتے ہیں

ہرگز نہیں۔ ہاں آدمیوں کی نظر ضمیر ہو تو ضرور دو کی ضرورت تھی کہ مٹا کر مٹتے اور حکومت کو کم سو کم دو درجہ کا
ایک حاکم ایک محکوم اب تو اپنے جانا کہ منہم کی ضمیر قریش کی طرف پھیرنا یہی سخت جہالت تھا راجا
جانے دو آخرا سقدر کے تو منکر بن ہو سکتے کہ صحیح مسلم من لفظ حدیث ما بقی من الناس اثنان
اب کہاں گئی وہ آپکی بالائوالی کہ کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں اب دیکھیں اسے
کیسے پیشگوئی بناتے ہو حدیث کا ارشاد تو یہ ہے کہ جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہوں خلافت
قریش کیلئے ہے اسے خبر یعنی مزوم سٹری ہی ٹھہرا بیگا جو اللہ و رسول کو جھٹلائیگا اور اگر اپنی
حیرت سے تو معنی یہ ہونگے کہ جب تک دنیا میں دو آدمی بھی مکرانی کے اہل رہیں گے خلافت قریش
ہی کے قبضے میں رہے گی اب کیوں نہیں اور بھی زیادہ اوچھل کر کہتے کہ یہ واقعات کے باکل خلا
ہو خلافت صد سال سے قریش کے قبضے سے نکل گئی اور ہرگز کوئی وقت ایسا نہ ہوا کہ دنیا
میں دو آدمی بھی مکرانی کے اہل نہ ہوں۔ کیا مسٹر اپنی تاریخ والی و تیز زبانی یہاں دکھا کر ثبوت
دینگے کہ اٹھارہ کم سات سو برس سے پہلے خلافت مصری گیارہ کم چار سو برس سے دنیا میں
وہ شخص بھی قابل مکرانی نہ ہے خامسا آپ کے نزدیک چار سو سو برس سے خلافت شرعیہ ترکوں
میں ہو تو ضرور ہے کہ وہ سب مکرانی کے اہل ہوں کہ نا اہل خلیفہ نہیں ہو سکتا سہذا قریش سونگالی
تو انکی نااہلی کے باعث اور پھر دیجاتی نا اہلوں کو یہ کونسا قانون اصح ہے اور جب وہ اہل تھے
اور ہیں تو واجب کہ چار سو سو برس سے روز زمین پر کوئی دوسرا انسان قابل مکرانی نہ ہو۔ ورنہ
دنیا میں دو شخص اہل مکرانی نکلتے اور خلافت قریش سے بھائی اب اس یہی البطلان بات
کا ثبوت آپکے ذمے سے کہ سولہ اوپر چار سو برس سے تمام جہان میں سلطان ترکی کے سوا کوئی
متنفس قابل مکرانی پیدا نہ ہوا کابل و بخارا و ایران و مغرب و ہندوستان وغیرہ تمام ملک
خدا میں سب زمرے نالائق گزرے پھر خدا جانے صد سال ادنیٰ حکومتیں ہیں کیسے سلطان
کا کرکش دین پرورد اور ہنگ زیب محی الملک والہ الدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی انار اسد تعلقے
بربانہ اگر آپکے نزدیک اس جرم پر کہ ہتشریح تھے اور کفار پر فطرت رکھتے نا اہل تھے تو اگر

نالائق تھا جو آپ ہی کا ہم مشرب اور اتحاد مشربین کا دوا دہ تھا غرض پیشگوئی بنا کر تکذیب
 ریٹ کے سوا مشرک کو کچھ مغز نہیں سا دوسرا آپ فرماتے ہیں تاریخ شاہد کہ دو قریش بھی
 کمراتی کے اہل نرہر کو کسی تاریخ شاید کہ سات سو یا چار سو برس سے تمام رو کر زمین
 کوئی دو قریشی دو ہاشمی دو سید ابن الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمراتی کے لائق پیدا
 ہی نہ ہوئے فضل الہی قوم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خاندان محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صد ہا سال سے اوٹھالیا گیا اور این دان کو بتنا ہر
 ہر بٹا لیکر آسپے نزدیک مدار لیاقت وقوع پر ہر جس نے کمرانی نپالی نالائق تھا جسے پالی
 ہل تھا تو ضرور آپ پلید مرید خبیث غیبی بنید کو لائق بتائینگے اور حضرت امام عرش مقام
 الی جہدہ و علیہ الصلاة والسلام کو معاذ اللہ معاذ اللہ نالائق ٹھہرائینگے اور جب یہ معیارین
 بلکہ صفات ذاتیہ پر ہار ہر تو کیا آپہر سات سو چار سو برس سے آج تک کے تمام قریشیوں کی
 تاریخ کر لی ہر کہ نالائق تھے چار سو برس چھوڑے کسی ایک برس کے۔ سب قریشی جانتے
 جیسے صرف بنی ہاشم۔ سب بنی ہاشم بھی نہیں صرف سادات کرام کے فقط نام گنا دیکھے
 کہ جہان بھر میں اوس سال یہ یہ مسید تھے نام گنا بھی نہ سہی فقط کسی سال کو تمام سادات
 کی مردم شماری بتا دیکھے۔ جب اسقدر پر قاعدہ نہیں تو سات سو چار سو برس کے تمام عالم
 کے تمام قریشیوں کی تاریخ اپنے ضرور کر لی اور معلوم کر لیا کہ سب نالائق تھے اور اب تک سب
 نالائق ہیں۔ افسوس آپکا مبلغ علم ہی تارہ کی کہا نیان تھا او پیر بھی ایسا جیتا افترا جوڑ اتارین
 ہزار لے لگی ہوں ایسا ہرے نشے کا ہڈیاں بکتے اور نہیں بھی مارا لگی سب لعا فصل
 اہل میں ائمہ کی تصریحین گزیرین کہ یہ ریٹ خبر یعنی امرایا سے آپ نہیں تانتے کہ پروی
 ائمہ آپکی شان انانیت کو دہر ہے نہ سہی خبر کیا پیشگوئی میں منحصر ہے جو محض رفلان طرح
 ہو سادہ اپنی طرف سے پھر لگانگی ضرورت ہڈے کیوں نہ کہیے جس طرح امام قرظی دامام
 عینی دامام مستقلانی سے گزرا کہ یہ خبر تشریحی ہے جو میں منصب شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وہی منہم والی اور ان
 اور قریشی کی طوف
 مذکور اور وہی ایک کلمہ
 زبان کے آئے بارہ
 اہل علیہ بین دو ما
 سان کو بڑے تھے
 کھلتے ہیں ہاتھ
 ہا ہا تکہ انکتہ
 صلہ قبیلہ انجانبان
 لاؤ اور ان کی ہوا
 شکت علی شوقی

ہر اور اصلاً محتاج تاویل نہیں یعنی خلافت شرعیہ ہمیشہ قریش میں رہی اور ان کے غیر کی حکومت کبھی خلافت شرعیہ نہ ہوگی یہ خلافت کیلئے لازم قریشیت سے خبر ہوئی نہ کہ بلا فصل استمرار خلافت سے جسے خلافت واقعات کیے مثلاً گلاب کا کھلنا ہمیشہ موسم بہار میں ہوا سکے یہ معنی کہ پھول جب کھلیگا بہار ہی میں کھلیگا نہ یہ کہ گلاب سردا گلاب اور بہار بارہ بیٹے نامنا قول بلا فصل استمرار ہی لیجئے تو کیوں نہ ہو کہ هذا الامر مراد استحقاق خلافت ہوا وہ بلاشبہ قریش میں استمرار اور انھیں میں منحصر ہے جس طرح امام عسقلانی سے گزرا کہ استحقاق خلافت قریش ہی کو ہوا و ناکا غیر نہ ہوگا مگر متغلب (۵۱) مسٹر نے یومین بری حدیث الاجتہاد من قریش سے تشریح اور انے اور نزی خبر بنانے کے لیے کیا کیا ڈوٹر

سوار بڑے ہیں ۶۳ صحیح بخاری کے ترجمہ باب سے صاف واضح ہے کہ امام بخاری کا بھی

مذہب یہی ہے انھوں نے باب باندھا الامرا من قریش قریش میں امارت و امر انہیں

مضمون کا باب نہ باندھا کہ امارت ہمیشہ قریش ہی میں ہونی چاہیے۔ سجن اسرز ہر مسٹری

ولہڈری و ایڈیٹری۔ امام بخاری کی عادت ہے کہ الفاظ حدیث ترجمہ باب کرتے ہیں نیز الفاظ

جو اونکی شرط پر نہ ہوں تھہرے سے اونکا پتا دیتے ہیں حدیث انھیں لفظوں سے تھی انھیں

سے باب باندھا نیز یہ لفظ اونکی شرط پر تھے ترجمہ سے اونکا اشعار کہا۔ اس سے یہ سمجھ

لینا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے اور پھر اوسپر یہ حکم کہ صاف واضح ہے کہ کسد جہل واضح

ہر فتح الہاری شرح بخاری میں ہے لفظ الترجمة لفظ حدیث اخراج یعقوب بن سفین

و ابویعلیٰ و الطبرانی ترجمہ باب کی عبارت اوس حدیث کے لفظ ہیں جو یعقوب بن

سفین و ابویعلیٰ و طبرانی نے ابو یزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی پھر فرمایا

لما لم یکن شیئاً منہا علی شرط المصنف اقتصر علی الترجمة و اور الذی صم علی شرط

یہ روایتیں شرط بخاری پر تھیں لہذا ان الفاظ کو ترجمہ میں لانے پر اقتصار کیا اور اونکے

مؤید وہ حدیثیں لانے جو اونکی شرط پر تھیں (۵۲) ص ۶۶ ایک اور حدیث ہے کہ ضرور ہے

کہ بارہ غلیغہ ہوں سب قریش سے ہو گئے اس مرزبان نے ظاہر کر دیا کہ اس بارے میں جو
 کچھ کہا ہو اس سے صرف ہجرت کی اطلاع مقصود ہو حکم و تشریح نہیں بارہ خلافتوں کی پیشگوئی
 اگر خبر ہو تو دنیا بھر کی حدیثیں سب خبر ہیں اس زبردستی و دیدہ دلیری کی کوئی حد ہی نہیں
 شایع جب کسی امر کے بارے میں کچھ پیشگوئی فرمائے تو اس میں جتنی حدیثیں ہیں سب حکم
 شرعی سے خالی ہو جاتی ہیں اور سب کو بزور زبان اگرچہ اپنی طرف سے پھرے گا کہ خبر بڑھ چکی
 دینا واجب ہو جاتا ہے اور شاہِ اقدم قلم و واقفیتاً و لا تقدماً مودھا قریش کو مقدم رکھو
 اور ان پر تقدم نہ کرو یہ بھی امر دینی نہیں خبر ہو گا کیونکہ ان کی صرف دانی میں قدم و اصینہ مضاعف
 ہو اور لا تقدماً صینہ یعنی بت وہی ہے کہ بتثبت بکل حشیش ۵۳ تا ۵۴ (۵۴ تا ۵۵) ۱۰۶۵ حدیث نے حدیث قطانی
 و حدیث قریش میں تطبیق دیتے ہوئے خصائص لکھ دیا کہ امدت قریش والی روایت تشریح نہیں ہے خبر اولیٰ علیہ
 و چالاک بلخ و مولانا قریش والی پرچا کہا جس سے حدیث الامرا من قریش و حدیث الاممہ من قریش و
 حدیث لایزال ہذا الامر فی قریش کی طرف ذہن جائے حالانکہ ائمہ حدیث نے ہرگز نہ کہا کہ ان سے
 تشریح ثابت نہیں نہ ہی خبریں زبردست ہر کتب کثیرہ کے نام گنا چکا ہوں ان کی عبارتیں فصل
 دل میں دیکھیے اور اس کذب صریح سے تو بہ کیجئے ائمہ حدیث کی اگر مانتے ہو تو ان کی ان روشن
 تصدیقوں سے کیوں منکر ہو تا پیا ائمہ نے حدیث قطانی سے جس حدیث کی تطبیق دی وہ یہ ہے
 ان هذا الامر فی قریش لا یعاد یہما احد الا کبہ اللہ علی وجہہ ما اقام
 الدین بیک یا یہ امر قریش میں ہے جو ان سے عداوت کر چکا اللہ سے اونڈے منہ گرا بیگا جب تک
 قریش دین قائم رکھیں اسے اگر خیر بنا یا کہ یہ اقامت دین سے مقید ہے تو احادیث مطلقہ کا خبر ہو جا
 کہوں لازم آیا وہ تشریح ہیں اور اپنے اطلاق پر یعنی شرعاً خلافت صرف قریش کے لیے ہے اور
 خبر ہے اور مقید یعنی وہ اپنے حق سے بہرہ مند رہیں گے جب تک دین قائم رکھیں جب اس سے
 چھوڑیں گے خلافت جاتی رہیگی تا لٹا عجب ہے کہ ایک حدیث خاص میں دو چار شراحتیں جو
 لکھا وہ تو ان کا دامن کپڑ کر سب احادیث کو بزور زبان عام کر لیا جائے اور خود ان باقی احادیث

میں جو ان کی عام جماعتوں نے لکھا اور مذہب اہل سنت و جماع صحابہ بتایا وہ انہیں کے کلام سے روک دیا جائے اور کیا یحیٰ فون الکلم عن مواضعہ کے سرور سینگ ہوتے ہیں قرآن عظیم نے اسے خصلت ہی بتایا کہ بات کو اس کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں اور العاجب جماعت ان کے حدیث کی سوشن و قاہہ تصریحات میں کہ اجماع صحابہ و عقیدہ اہل سنت مقبول نہ تو تو ایک حدیث خاص میں ایک غلطی وجہ سے ان کے دو چار کا کنا کہوں حجت ہو آپ تو مجتہدین سے بھی اونچے اڑتے ہیں ان دو چار ٹھیکہ متقلدوں کا دامن نہ تھا یہ حدیث سے چلیے حدیث میں ما اتا مو اللہین بعد جملہ لایعاً دیہم احد الا اکہ اللہ ہی اسی سے کیوں نہ متعلق ہو اس سے توڑ کر دور کے جملہ ان کا مافی قریش سے کیوں جوڑ دیا جائے وہ اپنے اطلاق پر ہے اور یہ قید اسی جملہ میں ہو جس سے متصل ہو تو معنی حدیث ہے ہیں کہ شریک شرعی مخالفت قریش میں منحصر ہو دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہو سکتا اور قریش جب تک دین قائم رہے ان کا مخالف ذلیل و رسوا ہو گا اب اپنے اجتہاد کی جہوں کہیے (۶ تا ۹) حدیث جلیل الائمہ

من قریش پر ایک مہتمم من حیث السند ہی صاف کیا ہے ۹۴ الفاظ اور حضرت ابو بکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں فتح الباری میں ہے اللائمہ من القریش رجالہ رجال الصحیح و لکن فی سندہ انقطاع اولیٰ فتح الباری میں یہ حدیث متحد الفاظ و کثیر طرق سے حضرت ابو ہریرہ سلمیٰ و حضرت امیر المومنین مولیٰ علی و حضرت انس بن مالک و حضرت ابو ہریرہ و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بروایت یعقوب بن یحییٰ و ابو بعلی و طبرانی و ابو داؤد و طیالسی و ہزار و تاریخ امام بخاری و نسائی و امام احمد و حاکم ذکر کی یہ لفظ کہ اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں انقطاع ہے صرف صدیق اکبر سے روایت احمد کی نسبت لکھے ہیں کہ مسند احمد میں صدیق سے اس کے راوی حضرت عبدالرحمن بن عوف احد العشرة المبشرة و فی اللہ تعالیٰ عنہم کے صاحبزادہ امام ثقہ تابعی جلیل حضرت حمید بن عبدالرحمن ہیں ان کو صدیق اکبر سے سماع نہیں فتح الباری کی عبارت مختصراً ہے و احادیث ابو ہریرہ و مولیٰ علی و بعض طرق حدیث انس ذکر کر کے کہا و اخرجه النسائی و

فتح الباری میں
من قریش پر ایک مہتمم
میں جو بھی آپ نے
اپنے کلام میں حدیث
ان لفظوں سے لکھ کر
رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی
غلط نسبت کی تھی مگر
امام ابن حجر نے اس
علی المصطفیٰ کی نسبت
ذکر کی ہے ۱۲۰ فتح الباری

البخاری ایضاً فی التاریخ و ابو یعلیٰ من طریق بکیر الجزری عن انس و لہ طرق متعدد
 عن انس و لخرہ احمد **ہذا اللفظ من حدیث ابی ہریرۃ** و من حدیث ابی بکر
 الصدیق و رجالہ من رجال الصحیح لکن فی سندہ انقطاع و اخرجہ الطبرانی
 و المعاکم من حدیث علی بن محمد اللفظ الاخیر یعنی نیز یہ حدیث امام نسائی اور امام بخاری
 نے تاریخ میں اور ابو یعلیٰ نے بروایت بکیر جزری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی
 اور امام احمد نے بھی لفظ الائتہ من قریش حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے
 روایت کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے اور اس کے رجال رجال
 صحیح ہیں مگر اس کی سند میں انقطاع ہو اور یہ حدیث طبرانی و حاکم نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ
 و جہ سے روایت کی انہیں لفظوں سے کہ **لائتہ من قریش** مستشرق نے اول آخر سب اور اگر
 مطلقاً اس حدیث ہی پر حکم لگادیا کہ فتح الباری میں اس کی سند منقطع بتائی یہ کیسی خیانت ہے
 ثانیاً فصل اول میں گزرا کہ انہیں صاحب فتح الباری امام ابن حجر نے اسی حدیث الائتہ
 من قریش کے صحیح طرق میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اسے چالیس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ
 عنہم کی روایت سے دکھایا حدیث متواتر کو کہنا کہ بطریق اتصال ثابت ہی ہیں کیسا
 ظلم شدید و اغوائے جہال ہے اور پھر انہیں ابن حجر پر اس کے متن کے منقطع السند بنانے کی اہمیت
 کیسی جو ات پر وبال ہے **ثالثاً** طرفہ یہ کہ خود ہی علاہ پر کہہ چکے تھے احادیث اس بارے میں
 جس قدر موجود ہیں سب صحیح ہیں لب پہاں یہ کہ بطریق اتصال ثابت ہی نہیں جا رہی صرف
 بدنی ماقدمت بیذہ را بعاد ہیں اس کے متصل معاً یہ بھی حق ہے کہ حضرت ابو بکر
 نے صحابہ میں اس کو پیش کیا کسی نے انکار نہ کیا اب اس حق کی بسند میں بھی کلام
 ہونے لگا۔ اگر یہ کلام اس کے حق ہونے میں خلل انداز ہے تو حق کو ناحق بنانے کی
 کوشش کرنے والا کون ہوتا ہے اور اگر اس لیے اس کے حق ہونے پر کچھ حرف نہیں آتا
 تو رد و اعتراض کے لیے کہنا اس سے بھی شرعاً اختصاص قریش کے دعویٰ کو کوئی مدد نہیں

مل سکتی اولایہ الفاظ اور حضرت ابو بکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں، کیسا
اغزائے جہال ہے، یہ ہے مسٹر کی حدیث دانی اور ایشیائے ثبوت پر ظلم رانی۔
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

تصانیف حضرت سلطان باہو

عسی
حجۃ الاسرار

عسی
کلید حنیت

عسی
اوزنگ شامی

شرح
دیوان باہو

عسی
مجالستہ ابنی

عسی
حق باہو

عسی
عین الحق

عسی
اسرار حق

عسی
رسائل باہو

عسی
کلید التوحید

عسی
محکم الفقراء

الرامین پبلشرز
ملتان روڈ — لاہور

تصانیف حضرت سلطان باہو

عسی
حجۃ الاسرار

عسی
کلید حنیت

عسی
اوزنگ شامی

شرح
دیوان باہو

عسی
مجالستہ ابنی

عسی
حق باہو

عسی
عین الحق

عسی
اسرار حق

عسی
رسائل باہو

عسی
کلید التوحید

عسی
محکم الفقراء

الرامین پبلشرز
ملتان روڈ — لاہور